Rs. 4

37 N. p. Per Copy

رفقاء ادارہ
زیر سرپرستی
ماہنامہ
پاسبان
الہ آباد
جلد ۱۵
ماہ جنوری
۶۳ ۱۹ء
شمارہ نمبر ۳
مدیر
مشتاق احمد نظامی
فاضل علوم مشرقیہ
قیمت - فی پرچہ ۶ ر ششماہی دو روپیہ آٹھ آنہ ۸/
پاکستانی حضرات ہمارے پاکستانی پتہ پر روپیہ بھیجکر رسید منی آرڈر دفتر پاسبان الہ آباد بھیجدیں رسالہ کا اجرا ہوجائیگا۔
پاکستان میں روپیہ جمع کرنے کا پتہ
مولانا سید محمود صاحب رضوی
ایڈیٹر رضوان - دفتر ہفت روزہ رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور
پاکستان
سالانہ ھدیہ للعہ
سالانہ ھدیہ برائے پاکستان صہ
ممالک غیر سے سالانہ ہدیہ ۱ شلنگ
بشکل پوسٹل آرڈر
مکتبہ پاسبان الہ آباد نمبر ۳
نشان ضروری
اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے پاسبان کی خریداری کے سلسلہ میں جو رقم عنایت کی تھی وہ اس پرچہ پر ختم ہوگئی۔ اب سال آئندہ کے لئے یا تو سالانہ قیمت چار روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی۔ پی۔ کی ہمیں اجازت دیں اگر کسی وجہ سے آپکو پاسبان کی خریداری منظور نہیں تب بھی ہمیں مطلع کریں تاکہ ادارہ آپ سے متعلق اپنی آخری رائے قائم کرسکے اور آپکی اجازت کے بغیر آپکے نام وی پی نہ بھیجی جائے گی
نسیم رحمت و فردوس ادب
حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی ایڈیٹر پاسبان، مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم مرتب فرما رہے ہیں اردو سے متعلق فردوس ادب کے چار حصے اور دینیات سے متعلق نسیم رحمت کے تین حصے چھپکر مکتبہ پاسبان میں موجود ہیں۔ وقت کی ایک بڑی کمی کو نظامی صاحب نے پورا فرمایا ہے ضرورت ہے کہ دونوں کتابیں مکاتب اسلامیہ میں داخل نصاب کیجائیں اور مسلمان بچے کو یہ کتابیں پڑھائی جائیں
ملنے کا پتہ:

چین کی جارحیت اس کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہے

ہماری آزادی کے برس ابھی انگلیوں کے پوڑھ پر گنے جانے ہیں ایکس اسی وقفہ میں ہمارے ملک کی صلح کل اور امن پسند پالیسی نے دنیا کی ہر مملکت پر یہ آشکار کر دیا کہ اقوام عالم سے رابطہ اور خوشگوار تعلقات کا قیام اور اس کا استقلال واستحکام یہ بھارت کی غیر مبہم اور واضح پالیسی ہے۔ یہ بات تو حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھی کہ بھارت کا ایک پڑوسی جسے ہم برابر اپنا دوست ہی سمجھتے رہے، وہ دوستی کے بھیس میں کبھی ایسی بھی حرکت کر گزرے گا جو خود اس کے حق میں ننگ آدمیت کے مترادف ہوگی۔ بھارت کے سرحدی علاقہ پر چین کا جارحانہ حملہ آج کی موجودہ فضا میں ہمارے لئے لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے ہمیں بہت کچھ سبق بھی حاصل کرنا چاہئیے۔

آج کی متمدن دنیا کا یہ نعرہ ہے کہ ہم ہر اعتبار سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں لیکن سرحدی جھڑپ نے چین کے رخ سے نقاب الٹ دیا کہ سفید چمڑوں کے تحت کتنا کالا اور گندہ دل ہے، تاریخ کا مطالعہ ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس قوم کو آج سے کئی ہزار برس پہلے صفحۂ عالم سے مٹ جانا چاہئے تھا۔

چین نے ملک گیری وخوں ریزی کا جو ڈرامہ کھیلا ہے، یہ کھیل اب سے صدیوں برس پہلے کھیلا جاتا تھا جبکہ دنیا امن اور شانتی کے نام سے آشنا ہی نہ تھی، وحشت وبربریت، جنگ وجدال، قتل وقتال ان کا مزاج ثانی تھا لیکن آج کی متمدن ومہذب دنیا جو کہ خون اور پانی میں کسی حد تک تمیز کر چکی ہے (خواہ عملی طور پر اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہوں) وہ چین کی اس غیر مہذب اور وحشیانہ پالیسی کو برداشت نہ کر سکی۔ چنانچہ بھارت کی ایک آواز پر پوری دنیا حرکت میں آگئی اور عالمی سیاست متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس سے بھارت کا وزن بھی سمجھ میں آگیا کہ یہ کوئی کھوکھلا ملک نہیں ہے بلکہ اس نے پندرہ برس کی جد وجہد میں عالمی سطح پر اپنا ایک مقام بنا لیا ہے اور واضح رہے اس کو یہ بات اسی پالیسی کے تحت حاصل ہوئی جس کا تذکرہ اول سطر میں ہو چکا ہے۔

اسی کے ساتھ ملک کے فرقہ پرست طبقہ کو بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ ملک کی سالمیت اور آزادی کے تحفظ کے لئے یہاں کی سب سے بڑی اقلیت نے جوان کے شانہ بشانہ رہی، بھارت کے تمام ہی مسلم اداروں اور جماعتوں نے اپنے زبان وقلم کا رخ بدل دیا، بالخصوص آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے پلیٹ فارم پر آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ، آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء، آل انڈیا تبلیغ سیرت کے نمائندوں نے شریک ہو کر ۲ نومبر ۶۲ء درگاہ شریف اجمیر معلی شاہجہانی مسجد میں لاکھوں مسلمانوں کو خطاب کیا اور شہنشاہ ہند سرکار اجمیر حضور غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وسیلہ سے ملک کی سلامتی کے لئے دعا مانگی اور اپنے فوجی نوجوانوں کی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی اور بھارت گورنمنٹ کو اس کا یقین دلایا کہ یہاں کا مسلمان اپنی آزادی کے تحفظ اور ملک کی سلامتی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا۔ درگاہ اجمیر معلی میں علماء اہلسنت کا یہ وہ عظیم الشان اجتماع تھا جس کو آل انڈیا ریڈیو دہلی نے بھی نشر کیا ہے۔

اور اس کی پوری تفصیل وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو اور وزیر داخلہ شری لال بہادر شاستری کو بھیجدی گئی ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے کسی رسمی اعلان وفاداری کے تحت نہیں بلکہ ہم اپنی آزادی کی صحیح قیمت جانتے ہیں اور ہمارا جذبۂ حق شناسی ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ایک شریف اور باہوش قوم کو اپنے ملک کی سالمیت کے لئے جو کچھ کرنا چاہئے تھا ان میں ہمیں سب سے زیادہ ممتاز رہنا چاہئیے۔

اور ہم اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ ہمارا اپنا ملک ہے جس کی حصول آزادی میں ہمارے اکابر نے اپنے اوپر نیند حرام کر لی تھی۔ کل کا مورخ اگر گاندھی جی اور نہرو جی کا نام لکھے گا تو مولانا نثار احمد مفتی عنایت احمد اور علامہ فضل حق کا نام کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

ان حالات کے تحت ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ ہماری آزادی پر کوئی آنچ نہ آسکے گی اور منصب وزارت عظمیٰ پر پنڈت جی کا ہونا اس

اس کی حفاظت ہو کہ چین اپنے کئے پر پچھتائے گا اور ہمارے ملک کی ایک ایک انچ زمین اسے واپس دینی پڑے گی۔

آخر میں ہم اپنے فوجی نوجوانوں کی جفا کشی اور ہمت مردانہ کو سراہتے ہیں

اور پورے ملک سے اس کی اپیل کرتے ہیں کہ پنڈت جی کی آواز پر دفاعی فنڈ میں اس فراخ دلی سے چندہ دیا جائے کہ ایک دن انہیں یہ اعلان کرنا پڑے کہ ہمیں ہماری ضرورت سے زیادہ مل چکا ہے۔

مشتاق احمد نظامی

۲۲ر دسمبر ۱۹۶۲ء

راز الٰہ آبادی

چین کے خلاف قطعات

غیروں کو مئے گنگ و جمن دے نہیں سکتے
صیاد کے ہاتھوں میں چمن دے نہیں سکتے
کیا دغاباز کو معلوم نہیں ہے
ہم جان تو دے دیں گے وطن دے نہیں سکتے

مزدور کے ماتھے کی شکن دے نہیں سکتے
ہم اہل وطن خاک وطن دے نہیں سکتے
بھارت تو بڑی چیز ہے کیا دینگے کسی کو
ہم چین کے مردوں کو کفن دے نہیں سکتے

حضرت محدث اعظم ہند کیلئے قرآن خوانی وایصال ثواب

اجمیر مقدس کی واپسی کے بعد ۱۶ر رجب المرجب ۸۲ھ بعد نماز ظہر قرآن خوانی اور اس کے بعد حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔

شمس الدین شعیب پور مہوڑہ

راز الٰہ آبادی

آہ! ناخدائے سخن

۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۲ء کی ایک بھیانک شام کو دامن اُردو سے ایک انمول موتی بچھڑ گیا اور پیوند خاک ہو گیا یعنی ناخدائے سخن تاج الشعراء فصیح العصر حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی نے داعی اجل کو لبیک کہا

آج ہماری بد نصیبی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ہمارے علم و ادب اور تہذیب کے پاسبان ایک ایک کر کے ہم سے بچھڑتے جا رہے ہیں حضرت استاد نوح سے دنیائے ادب میں کون واقف نہیں تھا۔ حضرت موصوف پر ہماری صد سالہ تہذیب کا ایک دور ختم ہوتا ہے جس نے داغ جیسے استاد فن کی آنکھیں دیکھیں ہوں اس کی قدر و منزلت کا کیا پوچھنا۔

حضرت نوح ناروی نے اردو زبان کو سنوارنے میں اپنی تمام عمر عزیز صرف کر دی اور آخر وقت تک صرف زبان ہی کی خدمت کرتے رہے۔ انھوں نے شعر و شاعری میں ایسی ایسی بندشیں لگائیں کہ عام طور پر شعراء اس کی پابندی نہ کر سکے، کیونکہ عام شعراء کی نظر میں اس کی اہمیت اپنی جگہ پر ضرور تھی مگر وہ اپنی ذاتی کوتاہیوں کے باعث پابند نہ ہو سکے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت استاد کی فنی کسوٹی پر خود ان کے شاگرد بھی پورے اتر سکے ورنہ آج کسی نہ کسی کو باقاعدہ اپنا جانشین مقرر فرما دیتے۔ حالانکہ حضرت استاد کا حلقہ تلامذہ کافی وسیع ہے اور کچھ ان میں صاحب کمال بھی ہیں اور مشاہیر بھی۔

حضرت استاد کے متعلق جتنا بھی ہم لکھیں کم ہے پھر کسی ماہ کے رسالہ میں کوئی مضمون ناظرین کی خدمت میں پیش کروں گا۔

سہسرام

انجمن جمعیۃ الطلباء مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام کے زیر اہتمام جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں اور علماء کے علاوہ حضرت مولانا شاہ عبد المعبود صاحب وجود قادری اور جناب جمیل بلرام پوری نے شرکت فرمائی۔

——— عبد الرزاق بھاگلپوری

خداوند کریم ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت اور بھائی مختار الدین احمد دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

وفات حسرت آیات کی خبر پاتے ہی پاسبان کا کام بند کر دیا گیا اور رسم قرآن خوانی وایصال ثواب کے بعد حضرت علیہ الرحمہ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی۔ اگر حضرت علیہ الرحمہ کے حالات زندگی ہمیں موصول ہوئے تو ہم ان کی اشاعت باعث سعادت سمجھیں گے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت کی انتخابی نشست

اعلان کے مطابق ۱۷ دسمبر ۶۲ء آل انڈیا تبلیغ سیرت کی انتخابی کمیٹی خانقاہ ابوالعلائیہ میں زیر صدارت حضرت مولانا حکیم سید شاہ عزیز احمد صاحب ابوالعلائی سجادہ نشین منعقد ہوئی۔

ہر ایجنڈے پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور درج ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

صدر۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب۔ نائب صدر۔ (۱) مولانا رفاقت حسین صاحب (۲) مولانا شاہ عزیز احمد صاحب (۳) مفتی عبدالرشید خاں صاحب (۴) مولانا ابوالوفا صاحب فصیحی

جنرل سکریٹری۔ مولانا سید مظفر حسین صاحب ایم۔ پی نائب سکریٹری۔ مولانا عبدالرب صاحب، مشتاق احمد نظامی

ناظم نشر واشاعت۔ مولانا سید غلام مصطفےٰ صاحب وارثی

نائب " " (۱) مولانا سید احسان علی صاحب باندوی (۲) مولانا نعمت اللہ صاحب

خازن۔ مولانا محمد سلیم صاحب خطیب جامع مسجد سلطان پور

نوٹ۔ ممبران کی تفصیل اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

اجمیر مقدس میں آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کا عظیم الشان اجتماع

تقسیم ہند کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ شاہجہانی مسجد میں مسلم متحدہ محاذ کے زیر اہتمام اہلسنت کا یہ عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔

جس میں چین کی جارحیت کے خلاف مسلم متحدہ محاذ کے پلیٹ فارم سے مولانا شاہد صاحب فاخری پارلیمنٹری سکریٹری نے تجویز پیش کی اور تجویز کی تائید میں مولانا سید مظفر حسین صاحب ایم۔ پی، مولانا حامد علی صاحب فاروقی، مولانا ارشد صاحب قادری نے شعلہ بار تقریر کی اور آخر میں مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب صدر مسلم متحدہ محاذ نے اپنا حقیقت افروز بیان دیا۔

اس اجتماع میں لاکھوں مسلمانوں کو خطاب کیا گیا اور اسٹیج پر سیکڑوں علماء ومشائخ جلوہ بار رہے۔ اجلاس کی پوری کارروائی آل انڈیا ریڈیو نے نشر کیا ہے۔

کانپور میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کی عظیم پیمانے پر تیاریاں

یہ خبر مسرت افزا ہوگی کہ کانپور کے بیدار مغز مسلمانوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔

چنانچہ ابھی سے تیاریاں شروع ہوگئی ہیں اور مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس کے لئے دورہ بھی شروع فرما دیا ہے۔

امید ہے کہ کانپور میں ہونے والی کانفرنس وقت کے اہم تقاضوں کو پورا کرے گی۔ پوری ملت اسلامیہ سے گزارش ہے کہ وہ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں پوری تن دہی سے کام لیں اور اس کانفرنس کو کامیاب بنا کر اپنی جماعتی زندگی کا ثبوت دیں۔

کانفرنس کی تفصیلات حاصل کرنے کے لئے ہفت روزہ "استقامت" پیچ باغ، کانپور کا مطالعہ ضروری ہے۔ آج ہی مندرجہ بالا پتہ پر صرف بھیجکر آپ 'استقامت' کے خریدار بن جائیں۔

ایک خاص تقریب

۲۰ اکتوبر ۶۲ء، مولانا سید عبدالحق صاحب کی بچی کی نسبت مولانا نعیم الدین صاحب جھبراوی کے بچے سے قرار پائی۔ اس تقریب میں خصوصیت سے شرکت کرنے والے حسب ذیل معززین ہیں۔

مولانا سید عبدالحق صاحب، مولانا نعیم الدین صاحب، مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب، مولانا ارشد صاحب قادری، مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، جناب عبدالودود خانصاحب رئیس ٹاٹانگر، حاجی عبدالباری صاحب رئیس ٹاٹا، مولانا عبداللہ صاحب، مولانا ظفر صاحب، مولانا شبیہ القادری مدرس مدرسہ جامعہ نعیمیہ اور جھبرا کے بہت سے عمائد اور معززین نے شرکت فرمائی۔

(ادارہ)

ساتویں کی چادر شریف

دستور کے مطابق امسال بھی ۷ رجب المرجب کو مولانا سید عبدالحق صاحب کی قیام گاہ سے چادر شریف اٹھی جسمیں مولانا سید عبدالحق صاحب، مولانا سید شاہ اسرار الحق صاحب، مولانا سید مظفر حسین صاحب، مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب، مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، مولانا ارشد صاحب قادری، مولانا قاری حفیظ الرحمٰن صاحب امام عرب مسجد بمبئی، مولانا نعیم الدین صاحب، سیٹھ ابراہیم لکڑے والے، سیٹھ محمد سمیع اور بمبئی، کوٹہ، اودے پور، کاٹھیاوار وغیرہ کے زائرین نے شرکت کی۔

(ادارہ)

اجمیر مقدس میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے تعمیری فنڈ کیلئے اہم مجلس مشاورت

۷ رجب المرجب اجمیر مقدس رضوی منزل میں حضرت مولانا سید برہان الحق صاحب قبلہ کی زیر صدارت ایک مجلس مشاورت منعقد ہوئی، جس میں انتہائی بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی اور یہ طے پایا کہ کمیٹی کے جملہ افراد ریلیف کمیٹی بریلی کی دعوت پر بریلی شریف پہنچیں گے اور وہیں سے یہ ارکان کمیٹی بشکل وفد ملک کا دورہ کرکے ایک لاکھ کی رقم دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے تعمیری فنڈ کے لیے ریلیف کمیٹی کے حوالہ کریں گے۔ ارکان کمیٹی کے اسماء درج ذیل ہیں

(۱) مولانا سید برہان الحق صاحب (۲) مفتی رضوان الرحمٰن صاحب، (۳) مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب (۴) مولانا محبوب علی خاں صاحب، (۵) مولانا سید عبدالحق صاحب (۶) مولانا سید اسرار الحق صاحب، (۷) مولانا سید مظفر حسین صاحب (۸) مولانا ابوالوفا صاحب فصیحی، (۹) مولانا رجب علی صاحب (۱۰) مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب گیا، (۱۱) مفتی عبدالرشید خاں صاحب (۱۲) مولانا ارشد صاحب قادری (۱۳) مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی (۱۴) مولانا عبدالغفور صاحب چمن قادری

نوٹ۔ ۱۴ اشخاص پر یہ کمیٹی مشتمل ہے۔

(ادارہ)

بزم شعر وادب کی آخری شمع بھی بجھ گئی

تاجدارئے سخن جانشین داغ حضرت نوح ناروی جو صف اساتذہ میں چوٹی کے شاعر تھے اور درس گاہ داغ کی آخری یادگار تھے، افسوس ہے کہ وہ بھی ہم سے رخصت ہوگئے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ خالی کر گئے کہ آج کا دور اس کی خانہ پری نہ کر سکے گا۔ حضرت راز الہ آبادی کی معرفت ملک کے ممتاز شعراء سے نوح صاحب کی بابت مضامین مقالے طلب کئے گئے ہیں جو پاسبان کی قریبی اشاعت میں منظر عام پر آئیں گے۔ جس سے نوح صاحب کی شاعری اور زبان وادب کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑ جائے گی۔

(ادارہ)

آپ کا اپنا پاسبان

پاسبان ہی ایک ایسا رسالہ ہے جو پوری دنیا سنیت کو ایک دوسرے سے مربوط رکھتا ہے، معیاری مضامین، شائستہ غزلین، عقیدت سے بھرپور نعتیہ کلام کی اشاعت اور گوارکھو شریعت والوں کو دندان شکن جوابات دینا یہ اس کا نصب العین ہے۔

اور ساتھ ہی اہلسنت کی تمام ہی جماعتوں کے پروگرام اور انکی کارگزاریوں کو منظر عام پر لانا پاسبان کا بنیادی نقطۂ فکر ہے۔

اگر آپ علمی، ادبی، تاریخی، تنقیدی مضامین سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ جماعتی نظام عمل سے بھی رابطہ رکھنا چاہتے ہیں تو خود بھی پاسبان کے خریدار ہو جائیے اور دوسرے کو خریدار بنائیے۔

انوار احمد نظامی

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

او نفس!

نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا

او نفس! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمام دن تو گناہ میں مشغول رہتا ہے۔ اگر تو جانتا ہے کہ حق تعالےٰ تیرے گناہ نہیں دیکھتا تو تو کافر ہے۔ اور اگر جانتا ہے کہ وہ تیرے گناہ دیکھتا ہے تو تو بڑا ڈھیٹ اور بیحیا ہے کہ اس کے مطلع ہونے سے کچھ باک نہیں رکھتا۔

اے نفس! اگر تیرا کوئی غلام تیری نافرمانی کرے تو تجھے اس پر کس قدر غصہ آتا ہے۔ پھر حق تعالےٰ کے غصے سے تو کس بات پر مطمئن ہے۔ اگر تو اس بات پر پھولا ہے کہ میں عذابِ الٰہی سہنے کی طاقت رکھتا ہوں تو ذرا اپنی انگلی چراغ کی لَو پر رکھ کر یا ساعت بھر گرم دھوپ میں یا گرم حمام میں ٹھہر کر دیکھ تاکہ تجھے اپنی بے چارگی اور عاجزی کا حال معلوم ہو جائے اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے مواخذے میں پکڑا جاؤنگا تو قرآن شریف اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا منکر ہے۔ اسواسطے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ۔ یعنی جو بُرا کام کرے گا بُری سزا پائے گا۔

او نفس! شاید تو یہ کہے کہ خدا کریم و رحیم ہے، مجھ پر عذاب نہ کرے گا تو اس کا جواب گوش ہوش سے سن کہ وہ رحیم و کریم دنیا میں لاکھوں آدمیوں کو بھوکا کیوں مارتا ہے؟ بیمار کیوں کرتا ہے۔ خدا رحیم و کریم ہے تو آدمی بے بوئے کھیت کاٹ کیوں نہیں لیتے؟

اے نفس! خدا جب رحیم و کریم ہے تو زر و مال اور دولت کیلئے تو تمام دنیا کے حیلے اور تدبیریں کیوں کرتا ہے؟ اس وقت کیوں نہیں کہتا کہ خدا رحیم و کریم ہے۔ میں تکلیف نہ کروں وہ خود میرے کام بنا دیگا۔

او بے حیا! زر و مال کی تلاش میں تو تو اسقدر رنج و کلفت اٹھاتا ہے اور تندرست ہونے کے لئے ایک کافر طبیب کے کہنے سے سب خواہشوں کو چھوڑ دیتا ہے تو اتنا نہیں جانتا کہ دوزخ مفلسی اور بیماری سے زیادہ سخت ہے اور مدتِ آخرت عمرِ دنیا سے زیادہ دراز ہے۔

ناعاقبت اندیش! شاید تم اس خیال میں ہو کہ میں توبہ کر لوں گا تو ہم کہتے ہیں کہ شاید جب تک تو توبہ کرے تب تک ناگاہ موت آجائے اور حسرت کے سوا تیرے ہاتھ کچھ نہ لگے۔

اے نادان! تو جس قدر تاخیر کرے گا اسی قدر توبہ کرنا تجھ پر دشوار ہوگا۔ پھر جب موت قریب آگئی تو اسوقت توبہ کرنا ایسا ہے۔ جیسے چڑھائی پر چڑھنے کے وقت چارپائے کو جَو کھلانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا یعنی اگر پہلے سے اسے جَو کھلائے جاتے تو اسے طاقت ہوتی۔ وقت پر کھلانے سے کیا طاقت ہوگی؟

او نفس! جوانی کو پیری سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے تو غنیمت کیوں نہیں جانتا؟

او نفس! بھلا گرمی کے موسم میں جاڑے کے واسطے تو سامان کیوں نہیں بنا رکھتا ہے۔ خدا کے فضل پر کیوں بھروسہ نہیں رکھتا۔ آخر زمہریر دوزخ کی سردی چلہ کے جاڑوں سے اور دوزخ کی گرمی جیٹھ بیساکھ کی گرمی سے کچھ کم نہیں۔ دنیا میں جاڑے گرمی کا سامان درست کرنے میں تو کچھ کمی نہیں کرتا اور آخرت کا کام بنانے میں تقصیر کرتا ہے۔ ہو نہ ہو اس کا سبب کہ تو آخرت اور روزِ قیامت پر ایمان ہی نہیں رکھتا!

او کمبخت! اگر دوزخ و جنّت پر ایمان نہیں رکھتا۔ بھلا موت کا ایمان تو رکھتا ہے کہ تو مرے گا اور دنیا کی سب لذتیں تجھ سے چھِن جائیں گی۔

بچّے! سمجھانا ہمارا کام ہے آگے تجھے اختیار ہے۔

(کیمیائے سعادت)

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کوثر امجدی

اللہ اللہ اس دیار کی بات

امن چین و سکوں قرار کی بات
بس وہ آقائے نامدار کی بات

دونوں عالم میں جو سکوں بخشے
ہے وہ محبوب کردگار کی بات

پیش کرتی ہے آج بھی دنیا
انکے ایک ایک جاں نثار کی بات

ان کے ادنیٰ غلام کی باتیں
تاجداروں کے تاجدار کی بات

تابکے ذکر خلد و حور و قصور
کیجئے طیبہ کے خارزار کی بات

جھوم اٹھے جس سے کائنات کی روح
اللہ اللہ اس دیار کی بات

کوئی کیا جانے راز ما اوحیٰ
یار ہی جانے اپنے یار کی بات

کون عالم میں ٹال سکتا ہے
دونوں عالم کے تاجدار کی بات

کون پوچھے ترے سوا آقا
کوثر خستہ سوگوار کی بات

جدھر سے وہ گزر گئے حیات بانٹتے گئے
حیات کیا حیات کو ثبات بانٹتے گئے
بکھر کے وہ چہرۂ حسیں پہ زلف عنبریں
جو دن کو نور بخشتے وہ رات بانٹتے گئے

جناب بیکل بلرامپوری

از جناب بیکل بلرامپوری

نعت

مظہر رب ذو الجلال ہیں آپ — یا نبی آمنہ کے لال ہیں آپ
مہر و مہ، نرگس و گلاب نثار — ایسے سرکار خوش جمال ہیں آپ
انبیاء با کمال ہیں لیکن — پیکر حسن باکمال ہیں آپ
مثل بے مثل جس کی ہوتی ہے — سیدی ایسے بے مثال ہیں آپ
جس پہ قربان چودھویں کا چاند — روز اول کے وہ ہلال ہیں آپ
منکر حق جواب دے نہ سکے — وہ تقدس بھرا سوال ہیں آپ

جس پہ روشن ہے غیب مستقبل
ایک بیکل کے جان حال ہیں آپ

پروفیسر سید علی حیدر صاحب نیر

بارگاہِ رسالت میں نذر عقیدت

جو خاکستر ہے تو وابستۂ موجِ صبا ہو جا
پریشاں کر کے اپنے آپ کو صحرا نما ہو جا

تمنا ہے اگر حاصل ہو تجھ کو دین کی دولت
تو اے ناداں غلامِ مالکِ ہر دو سرا ہو جا

جو خواہش ہے تری یہ زندگی پائندہ ہو جائے
تو بہتر ہے کہ تو وابستۂ جور و جفا ہو جا

طلب ہے تجھکو منزل کی تو لازم ہے تجھے اے دل
کہ گیسو ہو گئے تو دل بستۂ زلفِ رسا ہو جا

پیئے جا پے بہ پے تلخاب الفت خندہ رو ہو کر
پھر اپنے درد پنہاں کی اے غافل دوا ہو جا

رہائی گر غمِ کونین سے مقصود ہے نیر
کسی کافر ادا کا قیدیٔ زلفِ دوتا ہو جا

مولانا مجیب الاسلام صاحب اعظمی

مدیر چٹان پر عقیدت کا بھوت

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے ——!

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

"تجلی" دیوبند کی حالیہ اشاعت کے ذریعہ چٹان میں شورش کشمیری کا فتنہ پرور اداریہ دیکھکر غرق حیرت ہو گیا۔ ایک صحافی اور قلمکار نے کس کے جذبۂ محبت یا اندھی تقلید میں پاگل ہو کر اور حقائق سے آنکھیں بند کر کے کذب و بہتان، افترا پردازی، شورش پسندی سے دنیائے صحافت کو رسوا اور بدنام کیا۔

یہ عذر بھی مسموع نہیں کہ یہ شرارت اتفاقی اور غیر شعوری طور پر واقع ہو گئی، اس لئے کہ یہ سب ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہو رہا ہے جیسا کہ اداریہ کا مطالعہ مظہر ہے کہ توہین رسالت اور تنقیص نبوت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے آئین و قوانین بنانے کے صریح و غیر مبہم مطالبہ پر پریس کی پوری قوت اور قلم کا سارا زور صرف کیا جا رہا ہے۔

شورش صاحب کی بلا دلیل جانبدارانہ روش نے ہمیں جنبش قلم کا موقع دے دیا۔

کھوکھلے اور کرم خوردہ پودوں کی آبیاری کبھی اس کو شاداب نہیں کر سکتی، ریت کی دیوار پر محل کی تعمیر نہیں ہو سکتی، کاغذ کی ناؤ ساحل نجات سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔

شورش صاحب! آپ نے جن کو صلحائے اُمت کے حسین ماڈیل سے یاد فرمایا ہے۔ یہ کرم خوردہ اور کھوکھلے پودے ہیں۔ دریائے عقیدت سے ہزاروں برس آبیاری کرتے رہیں مگر ان کو جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے نہیں بچایا جا سکتا۔ یہ ریت کی دیواریں ہیں، جبہ و دستار کا کہگل اس کو بنیان مرصوص نہیں بنا سکتا۔ یہ کاغذ کی ناؤ ہیں ؎

ہم تو ڈوبے ہیں مگر یار کو لے ڈوبیں گے

کاغذ کی ناؤ نہ خود محفوظ نہ اس کو سہارا بنانے والے محفوظ، دونوں تلاطم خیز طوفان کی نذر ہو جائیں گے۔

ان رسوائے زمانہ کے نام نہاد صلحائے امت کے گندے گھناؤنے کیرکٹر اور ان کے افکار فاسدہ کو عین اسلام ثابت کرنے کے لئے بڑی بے ان کے اندھے پجاری ان کے چھپے چھپانے سر سے کفن باندھکر میدان میں اترے، من گھڑت قصوں، اختراعی افسانوں سے ان کے نام نہاد تقدس کا پرچار کرتے رہے۔ حالانکہ ان نقلی اور جعلی صلحائے امت کی بیحیائیوں اور سیہ کاریوں سے دامن اخلاق کے تار و پود بکھر کر رہ گئے عزت و شرافت کا جنازہ نکل گیا۔ پھر بھی ان کو عین اخلاق میں حیا ثابت کرنے کے لئے اسٹیجوں پر تھرکتے رہے۔ ان کی تہذیب کے چند پہلو پیش خدمت ہیں تاکہ ایجیٹیشن صلحائے امت کو حیا سوز تقدس پر مہر تصدیق ثبت ہو جائے۔

ارواح ثلٰثہ صفحہ ۲۰۹ میں ہے جس کے قابل اعتبار اور ثقہ ہونے پر تھانوی صاحب کا اس پر مہع ساز حاشیہ ہے۔

"ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے اور حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لیکر اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر رکھدیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین

دیا کرتا ہے، مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو
لوگ کیا کہیں گے حضرت نے فرمایا لوگ کہیں کہنے دو۔"

یہ ہے افسانۂ عشق و محبت، یہ ہے داستان جذبۂ الفت جس سے لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد کی یاد تازہ ہوتی ہے، یہ نقشۂ اخلاق ہے ان کا جن کو قاسم العلوم والخیرات کے دلفریب لقب سے ان کی ٹولی ان کو یاد کرتی ہے، یہ ان کو زہد و اتقا کی جیتی جاگتی تصویر ہے جو بانی دار العلوم دیوبند ہے، یہ ہے شان تقدس ان کی جن کو قطب عالم جیسے روح پرور الفاظ سے یاد کرتی ہے، یہ کسی کالی کوٹھری یا خلوت کی کہانی نہیں کسی بازار، دوکان کا قصۂ پارینہ نہیں بلکہ اس بزم تقدس کا حاصل عشق و محبت ہے جہاں ہاؤ ہو کی صدا سے فضائے آسمانی گونج رہی ہو، جہاں خرمن عصیاں پر بجلیاں سے شعلے بلند ہو رہے ہوں جس مقام کا فرشتے طواف کرتے ہوں یعنی کھلی خانقاہ مریدوں کے مجمع میں ثمرۂ محبت کا مزا لوٹا جا رہا ہے۔

مولانا قاسم شرماسے گئے کن جذبات و احساسات نے مولانا کو شرم و ندامت کا پتلہ بنا دیا پھر مولانا نے ہر چند کہا کہ "میاں کیا کر رہے ہو" مولانا کی شرمساری قلباً اور "میاں کیا کر رہے ہو" قولاً اس بات کی دلیل ہے کہ لفظی تہمت کی وجہ سے اجتناب کارفرما ہو۔

آپ کے مولانا جیسے تقدس مآب اور پاک طینت کے قلب و جگر میں اس سے ظن فاسد کا جذبہ ابھر سکتا ہے تو وہاں عوام کا مجمع تھا ان کے دل و دماغ میں کتنا مکروہ اور گھناؤنا تصور و تخیل کارفرما ہوا ہوگا۔ حدیث میں ہے۔

اتقوا مواضع التهم (مواضع تہمت سے بچو) اسی کا نام اتباع سنت اور احیائے ملت ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ارواح ثلثہ صہ ۲۰۳ کا ایک منظر

"ایک دفعہ چھتے کی مسجد میں مولانا فیض الحسن صاحب استنجا کے لئے لوٹا تلاش کر رہے تھے اور اتفاق سے لوٹوں کی ٹونٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں فرمانے لگے توبہ، سارے لوٹے مختون ہیں (قاسم نانوتوی) نے ہنس کر فرمایا کہ پھر آپ کو بڑا استنجا نہیں کرنا ہے گویا مختون سے کیا ڈر ہے۔"

ہماری تہذیب رہوار قلم کو رخصت نہیں دیتی کہ اس کے ایک خاص گوشے کی تشریح کر سکے۔ ناظرین خود ذرا نظر عمیق سے کام لیں اور اندھی تقلید کرنے والوں کی عقل پر ماتم کریں کہ اسلاف ملت بیفنائے کبھی نداق و مزاح کا اتنا گھناؤنا انداز پیش کیا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جس نے محض اپنی خواہشات اور جذبات حیوانی کی تسکین کیلئے ان حرکات قبیحہ کا ارتکاب کیا، اس کے اندھے پجاریوں نے اس کے نام نہاد تقدس کا بھرم قائم رکھنے کے لئے انھیں واقعات مذمومہ کو اسکی للہیت اور بے نفسی کی دلیل و برہان قرار دیا ہے، صحیفۂ تہذیب و تمدن کا عشق و محبت کا ایک حسین باب ملاحظہ فرمائیں۔

تذکرۃ الرشید جلد دوم صہ ۲۴۵۔

"آپ (مولوی رشید احمد گنگوہی) ایک مرتبہ خواب بیان فرمانے لگے کہ مولوی محمد قاسم کو میں نے دیکھا کہ دلہن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح ان کے ساتھ ہوا پھر خود ہی تعبیر فرمائی کہ آخر ان کے بچوں کی کفالت کرتا ہی ہوں۔"

اسی تذکرہ صہ ۲۸۹ میں دوسرا خواب

"مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی قاسم دلہن کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے۔ سو جس طرح زن و شو میں ایک دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔ حکیم محمد صادق کاندھلوی نے کہا الرجال قوامون علی النساء یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر آپ نے یعنی گنگوہی صاحب نے فرمایا ہاں آخر ان کے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں۔"

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

یہ سوقیانہ اور عامیانہ منظر خواب بے نیاز تعبیر بوزن وشوکی حیثیت سے میاں بیوی کو آپس میں کیا فائدہ ہوتا ہے یہ معاملہ بیان نہیں اور نہ غیرت گوارا کر سکتی ہے یہ انھیں صلحائے امت کا معمہ ہے یہ ان کے افکار و جذبات ہیں جن کو قطب عالم، نعمان عصر، بخاری دوراں، مجدد وقت کے خطابات سے یاد کیا گیا ہے۔

ہم اس واقعہ کی روشنی میں اصحاب انصاف و دیانت سے طالب فیصلہ ہیں کہ ان رجحانات و تخیلات فاسدہ کے ہوتے ہوئے بھی ان کو صلحائے امت کے مقدس گروہ میں شامل کیا جائے گا؟ کیا کوئی اوگ شاستر دہ مردوں کا یہ کردار پیش کر سکتا ہے؟

افقہ الفقہا علامہ سید ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مستطاب رد المحتار ملقب بہ شامی تمام امصار و دیار کے علمائے احناف کے نزدیک معتمد و متداول فتاوی ہے، فتاوی رشیدیہ، فتاوی دار العلوم دیوبند اور دیگر تصنیفات اکابر دیوبند کا مسالکشتہم بھی اس سے بے نیاز نہ ہو سکے، اس کے حوالوں سے جابجا مسائل فقہیہ کو کیا گیا ہے۔ یہی فتاوی نگاہ گنگوہی علیہ ما علیہ میں کس قدر مستقر تھا، واقعہ ذیل سے اس کا اندازہ کیجئے۔ ارواح ثلثہ صفحہ ۲۹۲

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے نہیں، فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے لاؤ شامی اٹھا لاؤ شامی لائی گئی، حضرت اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے، شامی کے دو ثلث اوراق دائیں جانب کرکے اور ایک ثلث بائیں جانب کرکے اندازے سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا کہ بائیں طرف کے صفحہ پر نیچے کی جانب دیکھو، دیکھا تو وہ مسئلہ اسی حصہ میں موجود تھا سب کو حیرت ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔"

فتاوی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۔ کی چند سطریں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ ہیں"

جلد سوم صفحہ ۱

"محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں اور وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا مگر تشدد اس کے مزاج میں تھی"

اب فتاوی شامی کی ایک حقیقت افروز عبارت ملاحظہ فرمائیے یہ وہی شامی ہے جس کی سطر سطر گنگوہی صاحب کے پیش نظر تھی مگر یہ عبارت ان کی نابینائی کی نذر ہو گئی

"کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین علی ثلث وثلثین ومائتین والف۔"

(یعنی جیسا ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے متبعین میں واقع ہوا جو نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی ظاہر کرتے تھے لیکن دراصل ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں باقی سب مشرک ہیں اسی وجہ سے انھوں نے اہل سنت کے علماء کا قتل مباح سمجھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہر ویران کئے اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی ۱۲۳۳ھ میں۔)

گنگوہی صاحب نے سنی سنائی باتوں پر اعتماد کرکے محمد بن عبد الوہاب کو ثقہ ہی نہیں بلکہ راس الموحدین یقین کر لیا اور فتاوی شامی کی یہ عبارت ان کی کوتاہ نظری کی کیوں نذر ہو گئی۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس کو خارجی قاتل، بلکہ مبیح قتل علماء فرمائیں گنگوہی صاحب اس کو دیندار عامل بالحدیث فرمائیں۔

علامہ شامی جن کا مبلغ تفقہ سارے علمائے احناف کے نزدیک مسلم ہے اگران کے اندراج مسائل میں حکومت کا اثر تسلیم کیا جائے یا جاہ و منصب کے حصول کا ذریعہ تصور کیا جائے یا کسی دنیاوی حرص و آز، تن پروری کی خاطر جادہ حق سے منحرف ہو کر غلط اور خلاف تحقیق مسائل کے اندراج کا الزام قائم کیا جائے تو شامی کی حیثیت نگاہ فقہا میں باقی رہ جائے گی، کیا کوئی مفتی شامی کا حوالہ پیش کر کے اہل علم کو مطمئن کر سکتا ہے؟ مگر چونکہ علامہ نے راہ حق اور دشمن ملت کی نشاندہی کرتے ہوئے جبہ و دستار میں ملبوس ابلیس کا تعارف کراتے ہوئے دین و ایمان کی حفاظت و صیانت فرماتے ہوئے اظہار حقیقت کر دیا تو وہی شامی نشانۂ طعن بن کر تن پرور، حکومت کے پٹھو، زر خرید غلام بن گئے، کسی گستاخ بے ادب کی عریانی تہذیب ملاحظہ فرمایئے پڑھئے اور ایک مدعی اسلام کے رہوار قلم کی بے لگامی پر سر دھنئے، صحیفہ شرارت آئینہ صداقت صہ ۴۹ پر اپنی شقاوت قلبی و عصبیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمائے دیوبند کا حق وفاداری ادا کرتے ہوئے فیروز الدین روحی لکھتے ہیں۔

"شامی کی اس عبارت کو رضا خانی علماء بڑے فخر سے اپنے رسالوں میں نقل کرتے ہیں مگر ان کو کیا معلوم کہ ابن عابد شامی (طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ) نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں کو بدنام کیا اور ان (نجدیوں) کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اپنی دنیا سنبھالی برا ہو اس دنیا پرستی اور سنہری سکوں کا جس کے عوض شامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے نجدیوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے۔"

بالفرض علامہ شامی نے تحصیل زر کی خاطر ملت فروشی کی تو دارالعلوم دیوبند کے متوفی مایہ ناز و مسلم شیخ الحدیث انور شاہ کشمیری کے بارے میں کیا ارشاد ہے، جن شرمناک الزامات اور مکروہ القابات سے علامہ شامی کے دامن زہد و تقویٰ پر زر پرستی کا بدنما داغ لگانے کی ناکام جد و جہد کی گئی کیا یہی الزامات طائفہ کے شیخ الحدیث پر عاید نہیں ہوتے، کیا خیال ہے جناب کی چشم فسوں ساز کا، انور شاہ کشمیری مقدمہ فیض الباری میں رقم طراز ہیں۔

"اما محمد ابن عبد الوھاب النجدی

فانہ کان رجلا بلیدا قلیل العلم

فکان یتسارع الی الحکم بالکفر"

(لیکن محمد بن عبد الوہاب نجدی بھدے دماغ کا کم علم ...

اس سے جو کھانڈ ... ضیافت نظر کے لئے حاضر ہے۔ مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں محمد بن عبد الوہاب ... پیش کرنے میں کتنے ہی صفحات بھر دیئے۔ یہ کتاب ... طعن کا ایک متعفن ٹوکرہ یا بازاری گالیوں کا پلندہ ہے، ... ہے۔

"صاحبو محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقاید فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان (اہلسنت) کے قتل کو باعث ثواب و رحمت کا شمار کرتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی، خونخوار فاسق شخص تھا۔"

مزید تائید۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے المہند میں لکھا ... یہ کتاب طائفہ دیوبند کی وہ اجتماعی کتاب ہے جس پر اساطین دیوبند کے ... ہیں گویا پوری جماعت بقلم خود کا متفقہ ججمنٹ ہے۔

"ہمارے نزدیک ان کا وہی حکم ہے جو صاحب ردالمحتار نے فرمایا ہے" (یعنی عبد الوہاب فاسق باغی خونخوار شخص تھا)۔

مولوی حسین احمد ٹانڈوی کا حسین ...

ملاحظہ کریں، مکتوبات شیخ جلد دوم صفحہ ۲۹۷

"جو عبارت اس (شیخ نجدی) کی تحسین میں لکھی گئی ہے

وہ محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز اس کتاب شامی پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے عموماً ان کے فتاویٰ اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔"

سبحان اللہ کس قدر پُر فریب عبارت ہے۔ عبدالوہاب کی تحسین سنی سنائی باتوں پر ہے اور انھیں پر گنگوہی صاحب نے اعتماد فرمایا اور خود گنگوہی صاحب کو بقول ٹانڈوی صاحب جس فتاویٰ پر اتنا اعتماد کہ ان کے فتاویٰ عموماً اسی شامی سے مستفاد اور گنگوہی صاحب کو شامی کی سطر سطر حفظ اور شیخ نجدی کے بارے میں علامہ شامی کی تحقیقات سے اس قدر صرف نظر یا بیخبری۔ شورش صاحب نے اس تضاد و تخالف اور خانہ جنگی کی طرف بھی کبھی روئے التفات کیا یا نہیں نیز الشہاب الثاقب میں جو سوقیانہ انداز میں موٹی موٹی گالیوں کا کھلیان لگا ہوا ہے اس سے بھی باخبر ہو کر گلشن اخلاق میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟

نظر آئے تو کیسے جب دیدہ ہائے التفات کا ایک پھاٹک بند ہو، تصویر کا ایک ہی رخ پیش نظر ہو اس پر نقد و تبصرہ تو نگاہ انصاف ہی کر سکتی ہے اور جب کسی جگہ انصاف کا جنازہ ہی نکل چکا ہو جب سطح دماغ پر غلاظت عصبیت کی کثیف چادر بچھ چکی ہو تو بھادوں کی سڑی لاش بھی شمامۃ العنبر ہی محسوس ہوگی بھنگن کا بھرا ٹوکرا کسی عطر فروش کا پٹارہ ہی نظر آئے گا۔

سورش صاحب اہلسنت کے بارے میں خامہ فرسائی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"عامۃ المسلمین کے دماغ پر اس قسم کے نقش پیدا کر رہی ہیں جس سے اصل دین نہ صرف غائب ہو گیا ہے بلکہ مسلمانوں میں وہ تمام گمراہیاں جن کی تردید و تغلیظ قرآن پاک کے اوراق میں جا بجا موجود ہے اور جو لوگ ان گمراہیوں اور نافرمانیوں پر اصرار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں عذاب النار کی خبر دی ہے۔"

یعنی مسلمانوں میں تمام وہ برائیاں موجود ہیں جن کی تغلیظ قرآن مجید میں ہے، اس عموم کا مفاد یہ ہوا کہ قطع رحم، وعدہ خلافی، کذب، ظلم، زنا، چوری، قتل، ڈکیتی، کفر و شرک تمام افعال قبیحہ و عقاید باطلہ جن کی تردید و تغلیظ قرآن مجید میں موجود ہے ان سب کا ارتکاب و اعتقاد عامۃ المسلمین کرتے ہیں اگرچہ ان سے مسلمان ہی رہیں بلکہ عذاب نار کے بھی مستحق نہ ہوں گے عذاب نار کے مستحق اس وقت ہوں جب ان کے ارتکاب و اعتقاد پر اصرار کریں۔ سبحان اللہ تمام جرائم و جنایات کریں کفر و شرک بھی کبھی کبھی کر لیا کریں مسلمان ہی رہیں گے ؏

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

بازار ملت کتنا سستا ہے، دائرہ اسلام کتنا وسیع ہے، فرمائیے شورش صاحب کیسی صحافت کی ٹانگ گھسیٹی ہے۔

اسی اداریہ میں سورش صاحب لکھتے ہیں، یہ لوگ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں شرک و کفر کر کے بھی مسلمان رہے اور کوئی کافر کہے تو دکھ کی بات ہی ہے۔

پھر آپ سے باادب گزارش ہے کہ کفر ساز فیکٹری اور ساری اسلامیہ کو کفر و شرک کی بھٹی میں جھونکنے والی کمپنی کی بھی آپ نے سیر فرمائی ہے جس نے ایک جنبش میں تمام دنیا کے مسلمانوں کو اساف و نائلہ، لات و ہبل، ابو جہل کی صف میں کھڑا کر دیا۔

تقویۃ الایمان صفحہ ۲۹ مصنفہ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل میں ہے۔

"پھر اللہ آپ ہی ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاوینگے اور وہی لوگ رہ جاویں گے کہ جن کے دل میں کچھ بھلائی نہیں یعنی اللہ کی تعظیم نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے سو اسی طرح سے شرک میں پڑ جاویں گے کیونکہ اکثر اپنے باپ دادے جاہل مشرک گزرے ہیں جو کوئی ان کی رسم و راہ کی سند پکڑے آپ ہی مشرک ہو جاوے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانے میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔"

اس وقت تقویۃ الایمان کے جدید و قدیم دونوں نسخے ہمارے پیش نظر ہیں اسی عبارت میں کبھی ترمیم کی ضرورت نہ سمجھی گئی نہ ترمیم کی گئی اس کا مطلب یہ کہ اصل عبارت اسی طرح ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ سرکار دو عالم علیہ السلام کے ارشاد کے موافق ایک ہوا چلے گی جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا وہ سفر آخرت اختیار کرے گا جو موجود ہوں گے یا آئندہ پیدا ہوں گے سب کافر مشرک

باقی آئندہ

مولانا محمد اعظم صاحب خالفی نائب مفتی دارالافتاء - بریلی

باب الاستفتاء

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کا دودھ پیا تو بیتا کیسا ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

جواب بعون الملک الوھاب

زید نے جس وقت اپنی بیوی کا دودھ پیا اگر اس وقت اس کی عمر ڈھائی برس سے زیادہ تھی تو اگرچہ یہ دودھ پینا حرام ہے۔ مگر نکاح میں کوئی نقصان نہ آیا۔

در مختار میں ہے۔ مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ فتاوی رضویہ چہارم میں ہے۔ وان شرب منه قصدا فھو حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری کا بچہ کتیوں کا دودھ پیکر پرورش پایا۔ اس بچہ کے لئے کیا حکم ہے حلال ہے کہ حرام ؟

الجواب - اگر بچہ ایسا سیانا ہوگیا کہ دودھ چھٹنے مدت گزری یا ابھی دودھ پی رہا تھا مگر چند روز اسے دودھ سے جدا رکھکر حلال جانور کا دودھ یا چارا دیا اور اس کے بعد ذبح کیا تو بالاتفاق بلا کراہت حلال ہے اور اگر اسی حالت میں ذبح کرلیا تو مکروہ تنزیہی ہے یعنی کھانا بہتر نہیں اور کھالے تو گناہ نہیں۔

در مختار میں ہے۔ حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمه لا یتغیر وما غذی به یصیر مستھلکا لا تبقی له اثر۔

خلاصہ میں ہے۔ وفی النوازل لوان جدیا غذی بلبن خنزیر فلا باس به۔

عالمگیری کتاب الصید والذبائح میں ہے۔

الجدی اذا ربی بلبن الاتان والخنزیران اعتلفت ایاما فلا باس به لانه بمنزلة الجلالة والجلالة اذا حبست ایاما فلا باس بھا کذا ھذا فتاوی رضویہ و بہار واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ احمد نے اپنی بیوی خالدہ کو طلاق دینے کے لئے کسی سے طلاق نامہ لکھوایا۔ لیکن لفظ طلاق کا ایک بار۔ دو بار یا تین بار کا کہیں تذکرہ نہ کیا صرف یہ کہا کہ تجھ کو طلاق ہے۔

المستفتی عبدالحئی مسجد محلہ چھوٹا دروازہ - بریلی

الجواب - یہ لفظ کہ تجھ کو طلاق ہے۔ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی اگرچہ کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک سے زیادہ کی نیت ہو۔ عالمگیری میں ہے۔ الطلاق الصریح وھو کانت طالق وطلقتك ویقع واحدة رجعیة وان نوی الاکثر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید غسل خانہ میں پیشاب کرتا ہے اور باوجود منع کرنے کے باز نہیں آتا۔ غسل خانہ میں پیشاب کرنا کیسا ہے ؟

الجواب - غسل خانہ میں پیشاب نہ کرنا چاہئے۔ حدیث میں ممانعت ہے۔ اور کسی پاک چیز کو بے ضرورت ناپاک کرنا جائز نہیں لیکن اس سے زائد برا ہے سڑکوں پر بے ستری کے ساتھ پیشاب کرنا اور احتیاط کے ساتھ بھی کرے تو بھی غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے برا ہی ہوگا۔ اگر دوسری جگہ لوگوں کی نظروں سے بچکر احتیاط کے ساتھ کر سکتا ہے تو اب بلا ضرورت غسل خانہ میں پیشاب کرنا ناجائز و سخت برا ہے بضرورت کبھی کرے تو نالی کے قریب تاکہ چھینٹیں ادھر ادھر نہ جائیں اور اس جگہ کو دھو دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید مسجد میں سوتا ہے اور منع کرنے سے نہیں مانتا ۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ مسجد میں سونا معتکف اور اس پردیسی کے سوا جسے کہیں اور جگہ نصیب نہ ہو سکے کسی کو جائز نہیں ۔

درمختار میں ہے ۔ ویکرہ نوم الا لمعتکف وغریب ۔
زید جو مسجد میں سوتا ہے اگر پردیسی نہیں تو گنہگار ہے توبہ کرے ۔
واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ صفر کے آخر چہار شنبہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل صحت فرمایا اور لوگ اسکی خوشی میں فاتحہ ونیاز کرتے اور کراتے ہیں ۔ اگر میرے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چہار شنبہ مذکور میں غسل صحت فرمایا تو یہ چہار شنبہ کیا فضیلت رکھتا ہے اگر اس کی اصلیت شریعت مطہرہ میں ہے ، مفصل ارقام فرمایا جائے بینوا توجروا ۔
المستفتی محمد حسین متعلم مدرسہ منظر اسلام ، محلہ سوداگران بریلی ۔ ۲۵ ر جولائی ۶۳ء

الجواب ۔ ماہ صفر کے آخر چہار شنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل صحت فرمانے کی روایت بے اصل ہے بلکہ بعض روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسی دن سے مرض مبارک کی ابتدا ہوئی نفس فاتحہ ونیاز تو ہر روز جائز ومستحب ہے مگر صفر کے آخر چہار شنبہ کو اس خیال سے نیاز دلانا کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن غسل صحت فرمایا ہے بے اصل بات ماننا ہے ۔
واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنا دس روپیہ کا نوٹ بارہ روپیہ میں اعلانیہ فروخت کرتا ہے اور اس کے پاس کسی مفتی کا فتویٰ بھی ہے ۔ اس طرح نوٹ بیچنا جائز ہے یا نہیں اور یہ سود ہوا یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو کس طرح اور ناجائز ہے تو کس طرح ؟ المستفتی مقصود احمد خاں ، بریلی ۔ ۲۵ ر مارچ ۔

الجواب ۔ جو چیز ناپ تول سے بکتی ہو ، جب اس کو اپنی جنس سے بدلا جائے مثلاً گیہوں کے بدلے گیہوں اور جو کے بدلے میں جو لے اور ایک طرف زیادہ رہے حرام ہے ۔ اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی نہ ہو یا ایک جنس کو دوسری جنس سے بدلا ہو تو سود نہیں ۔
درمختار میں سود کا مفہوم بیان فرمایا ہے ۔ ھو فضل خال عن عوض بمعیار شرعی ۔
نوٹ نوٹ کے بدلے میں کم وبیش پر بیچنا خریدنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ نوٹ ناپ تول کی چیز نہیں ۔
امام العلماء رئیس الفضلاء سند الفقہاء اعلیٰحضرت مولانا امام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم میں فرماتے ہیں ۔ یجوز بیعہ بازید منہ رقمہ وبانقص منہ کیفما تراضیا ۔
فتح القدیر میں امام الہمام نے فرمایا ۔ لو باع قطعۃ کاغذ بالف جاز ولا یکرہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

وقت کی پکار

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی گود کے پالے ہوئے بچے مسلمان ہو کر زندہ رہیں اور ارکان اسلام وعقائد اہلسنت سے اچھی طرح واقف ہو جائیں ،

تو خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی کا مرتب کیا ہوا نصاب مکاتب ومدارس میں داخل نصاب فرمائیں ۔

نسیم رحمت ——— یہ دینیات کی کتاب ہے ۔
جس کے تین حصے ہیں

فردوس ادب ——— یہ اردو کی کتاب ہے جس کے چار حصے ہیں ۔

انوار احمد نظامی ۔ مینجر مکتبہ پاسبان الٰہ آباد ۳

مولانا شمس الضحٰی صاحب شمس بھاگلپوری

نعت شریف

ہمارا پیمبر تو بدر الدجےٰ ہے
وہ یٰسین وطٰہٰ وہ شمس الضحٰی ہے
ہمارا نبی سید الانبیاء ہے
حبیبِ خدا ہے شفیع الورٰی ہے
محمد کے صدقے میں ارض و سما ہے
وہ ذات مقدس تو فوق الثنا ہے
مدینہ کی واللہ عجب ہی فضا ہے
کہ جس پر دل و جاں سب کچھ فدا ہے
بشر سے تو ممکن نہیں مدح اس کی
ثنا جس کی خود ہی خدا کہہ رہا ہے
محمد کے رتبہ کو اللہ ہی جانے
کہ زیرِ قدم ان کے عرشِ علٰی ہے
صبا کوئے طیبہ میں آہستہ چلنا
کہ آرام گاہِ حبیبِ خدا ہے
نہیں تاب فرقت بلا لو اب آقا
بہت مضطرب یہ دلِ مبتلا ہے
نکل جائے دم ان کے قدموں پہ اپنا
یہی التجا شمسؔ کی اے خدا ہے

حضرت علامہ صوفی ساجد علی خانصاحب مہتمم دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی

ترے گیت گائیں گے ہم غوثِ اعظ

رہیں کاش دونوں بہم غوثِ اعظم / یہ سر تیر النقش قدم غوثِ ا
تری زلف ابرِ کرم غوثِ اعظم / کہ ہے کاشفِ غم وہم غوثِ ا
میں حسنم و اللیل پڑھ کر سنوار دوں / تری زلف کے پیچ و خم غوثِ ا
پکڑ کر یں طے کرا دو کٹھن راہ / نہ پھسلے ہمارا قدم غوثِ ا
تری بزم میں چلتے ساغر کے قرباں / گرا جھوم کر جامِ جم غوثِ ا
ترا دل ہے کعبہ جگر ہے مدینہ / سراپا ہے تیرا حرم غوثِ ا
جدھر اٹھ گئی دولتِ حسن بخشی / ادھر بھی نگاہِ کرم غوثِ ا
تری استقامت ہے فوق الکرامت / ستوں دیں کے زیرِ قدم غوثِ ا
یہ سن کر کہ بخشش کا دریا رواں ہے / بڑی دور سے آئے ہم غوثِ ا
کھلا دو ذرا سا پلا دو ذرا سی / ترے گیت گائیں گے ہم غوثِ اعظ
ترقی پہ دائم رہے تیرا اقبال / دعا دیکے جاتے ہیں ہم غوثِ ا
لکھے کو مٹا کر تو لکھنے پہ قادر / کہ تیرے ہیں لوح و قلم غوثِ ا
محبت کی دنیا میں ہلچل مچی ہے / مسخر ہیں تیرے صنم غوثِ
سماتے رہیں دل میں جلوے تمہارے / نکلتا رہے میرا دم غوثِ ا
قلم سرنگوں نکرساجد ہے گویا
یہ عاجز کرے کیا رقم غوثِ اعظم

جناب راہی معصوم رضا غازیپوری

غزل

جن سے ہم چھوٹ گئے اب وہ جہاں کیسے ہیں / شاخِ گل کیسی ہے خوشبو کے مکاں کیسے ہیں
اے صبا تو تو ادھر ہی سے گزرتی ہوگی / اس گلی میں مرے پیروں کے نشاں کیسے ہیں
کہیں شبنم کے شگوفے، کہیں انگاروں کے پھول / آکے دیکھو مری یادوں کے جہاں کیسے ہیں
پتھروں والے وہ انسان، وہ بے حس در و بام / وہ مکیں کیسے ہیں شیشے کے مکاں کیسے ہیں
یاد جن کی ہمیں جینے بھی نہ دے گی راہیؔ / دشمنِ جاں وہ مسیحا نفساں کیسے ہیں

مولانا محمد رقیب الدین صاحب مونگیری

رُوحانی بھید

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ جن کی وفات بغداد میں بتاریخ ۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ واقع ہوئی، فرماتے ہیں کہ مجھے ایک رات نامعلوم اوجہ اضطراب و قلق نے ایسا بیخود بنا دیا کہ نماز تہجد تک اس رات نہ پڑھ سکا۔ خدا خدا کر کے صبح نمودار ہوئی۔ نماز بامداد ادا کر کے تفریح طبع کے لئے گھر سے باہر نکلا اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگا مگر سکون دل کو نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ آخر حصول عبرت و تنبیہہ کے ارادے سے ہسپتال چلا گیا۔ وہاں کسی قدر فرحت نصیب ہوئی۔ میں نے وہاں ایک حسین لڑکی پُرتکلف اور معطر لباس پہنے ہوئے دیکھی، جو بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑی ہوئی تھی مجھے دیکھتے ہی اشعار عربیہ پڑھنے اور بے اختیار رونے لگی۔ اس کے اشعار کا مفہوم یہ تھا۔

لوگو! میں حقیقتاً دیوانی نہیں ہوں، البتہ بظاہر مست ہوں، بیخود ہوں میں، میرا دل ہوشیار ہے، میں ایک ایسے دوست کی محبت میں مبتلا ہوں جس کی درسگاہ سے سرکشی کرنا جرم عظیم خیال کرتی ہوں، مجھے بند کیا گیا ہے حالانکہ کوئی گناہ بجز میری پریشانی، آشفتگی اور خود رفتگی کے نہیں پایا جاتا۔ میں اپنے پیارے محبوب کی محبت میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوں جس چیز میں میرے لئے نفع اور اصلاح خیال کی جاتی ہے وہی چیز حقیقت میں میرے لئے موجب ضرر و فساد ہوتی ہے اور اس کے برعکس جو شخص مالک الملوک سے محبت رکھتا ہو اُس کو کسی چیز کا غم نہیں اور نہ اس کو کوئی چیز ضرر پہنچا سکتی ہے۔

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ لڑکی کے اشعار سن کر میرا دل بھر آیا، بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور وہ لڑکی بھی مجھے روتے ہوئے دیکھ کر یہ کہتی ہوئی بیہوش ہو گئی، اس وقت تو تو پانی کے آنسو رو رہا ہے لیکن اگر تو دوست کو حق معرفت کے موافق جانتا تو خون کے آنسو روتا۔ جب اس لڑکی کو ہوش آیا تو میں نے پوچھا "تم نے مجھے پہچانا؟"

کنیز: "جب سے کہ دوست سے واقف ہوئی ہوں، اس روز سے کسی چیز سے لاعلم نہیں رہی۔"

سری: "تم دوست کا ذکر کرتی ہو آخر تمہارا دوست کون ہے؟"

کنیز: "جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے شناسا کیا اور اپنے عطیات سے مجھے سرفراز و ممنون فرمایا جو سب کی دعاؤں کا مجیب اور تمام بندوں کے دلوں سے قریب ہے۔"

سری: "تجھ کو یہاں کس نے قید کر رکھا ہے؟"

کنیز: "حاسد لوگوں نے۔"

اتنا کہہ پائی تھی کہ پھر بیہوش ہو کر گر پڑی۔ کچھ دیر بعد ہوش بجا ہوئے اور اپنے مناسب حال اس نے نہایت درد انگیز لہجہ میں چند اشعار پڑھے جس سے مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ میں نے ترس کھا کر ڈاکٹر اسپتال سے اس کی رہائی کی درخواست کی، اس نے فوراً اجازت دیدی۔ میں نے لڑکی سے کہا۔

"لڑکی اب تم جہاں جانا چاہتی ہو جاؤ۔ تم آزاد ہو۔"

لڑکی نے کہا۔ "میرے دوست نے مجھے اپنے بعض غلاموں کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ اگر وہ اجازت دے تو البتہ جا سکتی ہوں، ورنہ صبر میرا مونس ہے۔"

اتنے میں اس کا مالک بھی آ گیا اور افسر اسپتال نے دریافت کیا کہ "تحفہ کہاں ہے؟"

ڈاکٹر نے جواب دیا "اندر شیخ سری سقطی سے باتیں کر رہی ہے۔"

وہ خوش خوش میرے سامنے آیا اور نہایت ادب سے سلام کیا اور بہت زیادہ عزت کی۔ میں نے کہا۔

"اے خواجہ مجھ سے زیادہ یہ عورت تعظیم و تکریم کے لائق ہے۔ اس کے قید کی کیا وجہ ہے؟"

خواجہ: "یہ دیوانی ہو گئی ہے۔ دور از عقل باتیں کرتی ہے۔ کھانا پینا چھوڑ بیٹھی ہے، خود سوتی ہے نہ مجھے سونے دیتی۔ ہم ہمیشہ

متفکر رہتی ہے اور روتی ہے ، میری ساری عمر کی کمائی یہی ہے ۔ میں نے اس کو بیس ہزار درہم میں خریدا ہے ، مجھے امید تھی کہ اس کے کمال کی وجہ سے میں بے حد فائدہ اٹھاؤں گا "

سری :" اس میں کون سا کمال ہے ؟"

خواجہ :" یہ مطربہ ہے "

سری :" اس کو یہ عارضہ کب سے اور کیوں کر لاحق ہوا ؟"

خواجہ :" ایک سال سے زیادہ ہوا کہ ایک روز " عود " کے ساتھ یہ ذیل کے اشعار گاتے گاتے یکایک عود پھینک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور زار زار رونے لگی

وحقك لا نقضت الدهر عهدا

ولا كدرت بعد الصفو ودا

(یعنی جو عہد کہ تجھ سے کیا تھا عمر بھر نہیں توڑا اور بعد صفائی کے پھول کو مکدر نہیں ہونے دیا) اس روز سے اس کی حالت دیوانگی کے مشابہ ہے ، اشعار پڑھتی اور روتی رہتی ہے ۔ میں نے اس کی حالت کو کسی شخص کی محبت سے تعبیر کیا اور اس پر سختی شروع کی ، لیکن میرا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوا "

سری (تحفہ سے مخاطب ہو کر) " کیا دراصل ایسا ہی ہے ؟"

تحفہ :" اللہ نے مجھ سے پوشیدہ خطاب کیا ' وہ میری زبان پر جاری ہو گیا ۔ دوری کے بعد اس نے مجھے نزدیک کیا اور مجھے مخصوص و برگزیدہ بنایا ۔

سری :" (خواجہ سے مخاطب ہو کر) تو تحفہ کو آزاد کر دے ، اس کی قیمت بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ مجھ سے لے لے "

خواجہ :" حضور ! آپ میں اتنی استطاعت کہاں کہ اتنی قیمت ادا فرما سکیں ؟"

سری :" عجلت نہ کر صبر سے کام لے ۔ میں اتنی ہی قیمت تجھے لا کر دوں گا اور تحفہ کو آزاد کراؤں گا ! "

یہ کہہ کر میں اسپتال سے باہر نکلا ۔ بخدا اس وقت میرے پاس ایک درہم بھی نہ تھا ۔ بڑی رات تک تحیر و تضرع نے مجھے سونے نہ دیا ۔ بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہو کر میں نے دعا کی کہ الٰہی سری کی شرم تیرے ہاتھ ہے اور تو ظاہر و باطن کا حال جاننے والا ہے تو اپنے [illegible] بھروسہ کرنے والوں کو رسوا نہ کر ! یکایک دروازہ کھٹکھٹانے کی [illegible] سنائی دی ۔ میں نے پوچھا " کون ہے ؟" آواز آئی " [illegible] میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص [illegible] ایک مشعل بھی ساتھ لئے ہوئے دروازہ پر کھڑا ہے ۔ مجھے دیکھ کر [illegible] کہ اے سری ! کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے ؟ اجازت پا کر وہ اندر [illegible] اور میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور اس وقت تشریف لانے کا [illegible] ہے ؟ اس شخص نے کہا

" میرا نام احمد بن مثنیٰ ہے ۔ ابھی ابھی مجھے یہ آواز سنائی [illegible] جلد پانچ تھیلیاں زر کی سری کو لے جا کر دے تاکہ وہ اس زر سے [illegible] خریدے ، کیونکہ تحفہ پر ہماری خاص عنایت ہے " یہ آواز سن کر میں [illegible] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر سجدۂ شکر ادا کیا ۔ اور صبح صادق کا انتظار کرنے [illegible] صبح ہوتے ہی نماز سے فارغ ہو کر اسپتال پہنچا ۔ ڈاکٹر نے مجھے غور سے دیکھ کر کہا کہ آئیے آپ کو خوشخبری ہو کہ بارگاہ ایزدی میں تحفہ کا نہایت بلند مرتبہ ہے ۔ میں نے کل ہاتف سے یہ آواز سنی ہے ۔

إِنَّهَا مِنَّا بِسَالٍ لَيْسَ يَخْلُوا عَنْ نَوَالٍ (یعنی ہمارا [illegible] اس دل والے سے ہے جو عطا سے خالی نہیں ہے) ۔

جب تحفہ کی نظر مجھ پر پڑی تو آبدیدہ ہو کر آسمان کی طرف منہ کر [illegible] کہنے لگی کہ " اے دوست آخر تو نے مجھے رسوا کر دیا "

اتنے میں مالک تحفہ بھی آ گیا ۔ میں نے ہر چند اس کو موعودہ رقم دینی چاہی مگر اس نے وہ رقم نہ لی اور کہا کہ میں خالصاً للہ تحفہ کو آزاد کرتا [illegible] اس پر میں نے متعجب ہو کر اس سے دریافت کیا کہ آخر ماجرا کیا ہے ۔ اس [illegible] کہا کہ مجھے کل زجر و توبیخ کی گئی ۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں ۔

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِيْ بِالسَّعَةِ كَفِيْلًا وَبِالرِّزْقِ جَمِيْلًا (یعنی خدایا تو میرا کفیل رہ اور رزق کی کشادگی میں جمیل ۔

شیخ سری سقطی فرماتے ہیں کہ وہ شخص یہ بیان کر چکا تو میں نے احمد کی طرف غور سے دیکھا ۔ وہ زار زار رو رہا تھا ۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا ۔ اس نے کہا " شاید کہ حق تعالیٰ مجھ سے راضی نہیں اس نے کہ مجھے حکم دیا مگر قبول نہیں کیا ، اس لئے میں نے بھی وہ ساری رقم خالصاً

لوجہ اللہ وقف کردی۔ تحفہ جو اس وقت یہاں آگئی تھی، دونوں کی تقریر سُنکر اپنے کپڑے جو اس وقت اس کے جسم پر تھے، اتار دیئے اور پرانے ٹاٹ کا لباس زیب تن کر کے رونے لگی۔ میں نے پوچھا "رونے کا یہ کیا موقع ہے"۔

تحفہ نے کہا "اس کے قہر سے اس کی مہربانی کی طرف بھاگتی ہوں اور روتی ہوں اس کے قہر سے، اس کے لطف کی جانب جانا چاہتی ہوں"۔

یہ کہکر تحفہ ایک سمت ہوا کی طرح چل دی۔ شیخ فرماتے ہیں، اس واقعہ کے چند روز بعد میں، احمد اور خواجہ تینوں بارادہ حج گھر سے چلے، اثنار راہ میں احمد کا انتقال ہوگیا۔ صرف میں اور خواجہ دونوں مکہ معظمہ پہنچے۔ جب کہ ہم خانہ کعبہ کے طواف میں تھے۔ ایک جانب سے کسی زخمی دل والے کی یہ صدائے جگر خراش سُنائی دی ؎

لِمُحِبُّ اللهِ فِي الدُّنْيَا سَقِيْمٌ
تَطَاوَلَ سُقْمُهُ فَدَوَاهُ دَاهُ

(یعنی اللہ کو دوست رکھنے والا دنیا میں اکثر بیمار رہتا ہے۔ اُس کی بیماری قائم رہتی ہے اور اس کا علاج علاج بالمثل ہے) اس کے بعد چند شعر اور سنائے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اس نے شراب محبت کے جام یکے بعد دیگرے پلائے اور پھر نگہبانی کی یعنی مستان محبت کو حرکات ناپسندیدہ سے روکا۔ شراب محبت سے جب سیراب ہوا تو متحیر ہوکر آسمان کی طرف چڑھا اور علو ذات کی جانب چلا پھر بجز محبوب کے کسی کی خواہش نہیں رہی۔

شیخ فرماتے ہیں کہ جس طرف سے یہ آواز آئی تھی میں اسی جانب بڑھا۔ ایک قتیل تیغ محبت کو دیکھا جو بستر مرگ پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ جب اسکی نگاہ مجھ پر پڑی تو کہا "یا سری!"

میں نے کہا "لبیک لبیک"۔

اس نے کہا "آپ نے مجھے پہچانا!"

سری۔ "نہیں!"

مریض "لا الہ الا اللہ۔ افسوس کہ تم نے مجھے بہت جلد بھلا دیا میں وہی "تحفہ" ہوں"۔

سری۔ "تحفہ! جب سے تجھے آزادی ملی کیا کیا منافع حاصل ہوئے؟"

تحفہ "اللہ جل شانہ نے قرب انس بخشا اور اپنے غیروں سے متوحش کردیا؟"

سری "احمد بن مثنی، میں اور خواجہ تینوں حج کے ارادے سے چلے لیکن افسوس ہے کہ راستہ میں احمد کا انتقال ہوگیا۔ کیا تجھے معلوم ہے؟"

تحفہ "خداوند تعالیٰ نے اس کو بخش دیا اور ایسے انعامات اور قیمتی اشیار بخشیں کہ دنیا والوں کی آنکھ نے ان کو دیکھا تک نہیں وہ بہشت میں میرا ہمسایہ رہے گا"۔

سری "جس نے تجھے آزاد کیا وہ بھی میرے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے"۔ اس کے جواب میں اُس نے آہستہ آہستہ کچھ دعا کی، اور کعبۃ اللہ کے مقابل زمین پر گر پڑی اور دم توڑ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس وقت اس کا مالک خواجہ بھی آگیا اور بے اختیار اس پر مضطربانہ گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ اس نے بھی دنیا کو خیرباد کہا ؎

پیاسے دریا سے ملاقات کی
خوب تلافی ہوئی مافات کی

شیخ فرماتے ہیں۔ میں ان لوگوں کی تجہیز و تکفین اور ادائے صلوٰۃ کے بعد سپرد خاک کر کے گھر لوٹ آیا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی! آمین ثم آمین۔

جناب سید صوفی ابوالفرح صاحب [illegible] ہزاری باغ

نیچی زمین

میں اکثر برسوں سوچتا رہا تھا کہ آخر کیا بات ہے کہ بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے زمین کے پست ہونے پر بھی اس کی مدح و ستائش میں بڑے بڑے قصیدے لکھے، ہزاروں ہزار انچھوتی ترکیبیں اور انوکھے محاورات اس کی شان میں لکھ کر زبان و ادب کا خزانہ اتنا مالا مال کر دیا کہ اب ادب کے ادنیٰ طالب علم سے لے کر بلند پایہ محقق تک کو اس کی تعریف و تحسین کے مصدر میں الفاظ ڈھونڈنے کے لئے کچھ بھی زحمت نہیں ہو سکتی۔

زمین ہی پر منحصر نہیں ہے، اس کی گود میں پلنے اور پروان چڑھنے والوں کی بھی کچھ کم تعریف نہیں کی ہے مثلاً معمولی سبزے کو دیکھا تو جھوم اٹھے اور اس کی ہر ادا کو اس ادا سے لکھ ڈالا کہ پڑھنے والا بھی وہی محسوس کرے جو لکھنے والے نے محسوس کیا ہو!

چھوٹی سی کلی دیکھی اور ایسا معلوم ہوا کہ ان کے دل کی کلی کھل گئی اور ساری دنیا کلی کی طرح مسکرانے لگی!

پھولوں کی تعریف کرنے بیٹھے تو اتنی کر گئے کہ اس کی لطافت، نزاکت اور نکہت کے مقابلے میں ساری دنیا صفر ہو کر رہ گئی!

نرم و نازک پتیوں پر نظر ڈالی تو نہ پوچھئے کہ اس کی وصف میں کیسی کیسی انوکھی تشبیہوں اور استعاروں کے موتی جڑ دیئے۔

پہاڑوں کے سکون اور انجماد کو استقلال اور اولوالعزمی سے بھی بڑھ چڑھ کر ہی بتا دیا!

جنگلوں کے بھیانک اور ڈراونے سماں کی جو نکاسی کی تو اس انداز سے کہ اگر انسان تصور اسا بھی غیر شعوری جذبے سے کام لے تو کپڑے پھاڑ کر ادھر بیابانی کے لئے نکل جائے اور بستیوں سے بے نیاز اور الگ تھلگ رہ کر زندگی گزار دے یا پھر

قلبی سکون اور دلی راحت محسوس کرے۔

بچے اور چھلنے رنگ زاروں کی تصویر کھینچی تو اس ندرت کے ساتھ کہ ہر ذرے کی چمک کے سامنے ہیرے کی آب و تاب بھی ماند ہو گئی حد یہ کہ کانٹوں کی تعریف بھی کئے بغیر نہ رہ سکے، کبھی ان کی تیروں ایسی شفاوت کو نوک مژگاں کی نزاکت سے ملا دیا اور کبھی یہ کہہ دیا کہ جنگلوں اور جھاڑیوں میں سوائے کانٹوں کے اور کچھ نہیں ہوتا جو دامن تھامے، قدموں کو چومے، ہر کس و ناکس اور تھکے ماندے مسافروں کو تھوڑی دیر سستانے کی دعوت دیتا ہو!

غرض یہ ہے کہ زمین ہی نہیں بلکہ جن جن چیزوں کا لگاؤ زمین سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ہے، ہر ایک کی تعریف اور تحسین میں صفحے کے صفحے الفاظ کے موتیوں سے اٹے پڑے ہیں!

چنانچہ سچ پوچھئے تو جب جب میں اس مسئلہ پر سوچتا سوالوں کی دنیا میں گم ہو جاتا ــــــ مدتیں گزر گئیں مگر یہ عقدہ لاینحل ہی رہا۔

ایک دن جب ساری فضا میں مسرت و انبساط کے شادیانے فطرت کے سازوں پر بج رہے تھے، بوڑھے، جوان اور بچے عید کی سی خوشیاں منا رہے تھے اور جگہ جگہ اسی پر مسرت ماحول کا چرچا ہو رہا تھا۔ تو میرے دل و دماغ میں گونجتے رہنے والے سارے سوالات حل ہو گئے اور مجھے بھی انھیں لوگوں کا ہم نوا بننا پڑا جنھوں نے اس چپٹی، سپاٹ، ہلکی اور نیچی زمین کی تعریف میں اپنی زندگی کے زیادہ سے زیادہ اور بیش قیمت لمحات نذر کئے ہیں۔

بھلا اب تو اس کا بھی یقین کامل ہے کہ آپ بھی میری ہی طرح اس کے ہم نوا ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ صحیح ہے کہ آسمان اونچا ہے اور اتنا

اور چاند اس کی مدد نہیں ۔ اس کا بلوری رنگ ، اس کو جگمگاتا سورج ، اس کو چمکتا چاندا اور اس کے ٹمٹماتے تارے ہے شک حسین تر ہیں اس کے گینہ نما سپاہوں میں روئی کے گالوں ایسے بادل کے ٹکڑوں کا خرام ناز کچھ کم قیامت خیز نہیں ہے ۔ اور زمین بے شک پچی ہے مگر اس کی فطرت میں پستی سمائی ہوئی ہے اور اس کو ہر جاندار اپنے پاؤں سے مسلتا ہے !

مگر یہ وہی پچی اور سراپا بے عجز و انکسار زمین ہی ہے جس نے ننھی منی سی جان رکھنے والے کیڑے مکوڑوں کے علاوہ ہاتھی ایسے جسیم اور انسان ایسے عقیل و فہیم کو بھی اپنی گود میں بٹھایا ، تھپکیاں دیں ، دلار اور پیار سے پروان چڑھایا ۔ اپنے سینے کے سنوں اور پیٹوں اور جوڑ توڑ کو توڑ مروڑ کر رکھ دینے اور اپنا رزق حاصل کرنے کی انہیں دعوت عام دے دی ! اور ہر طرح کے بیش قیمت زر و جواہرات اگل کر رکھ ڈالا کہ ہماری دلی راحت اور قلبی طمانیت کا سامان چشم زدن میں اکٹھا ہو جائے !

یہ تو ہوئی اس زمین کی ان فیاضیوں کی ہلکی سی عکاسی جو ہماری موت سے پہلے ہوا کرتی ہیں ! مرنے کے بعد تو اور بھی ایسا تھپک تھپک کر ابدی نیند سلاتی ہے کہ شفیق ماں کی لوری کا مزہ ملتا رہتا ہے ۔

لیکن ان تمام باتوں کے علاوہ اس پست اور پچی زمین کی ایک ہی ادا ایسی ہے جس پر کائنات کی ساری ادائیں قربان اور ساری بلندیاں نچھاور ہیں اور اسی لئے ہر فرد و بشر اس کا ثنا خواں ہے اور ابد تک رہے گا کہ وہ یہی پچی زمین ہے جو کائنات ارضی اور سماوی کے زندہ جاوید محسن اعظم حضور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر آپ کے پردہ فرمانے کے وقت تک آپ کے قدموں کی خاک کو سر آنکھوں پر رکھتی رہی اور آج بھی اسی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسی کی گود میں آپ آرام فرما ہیں ۔

> زمیں تھی پست مگر ہو گئی بلند اختر
>
> کہ اس نے چوم لیا پائے احمد مختار ؐ

آیئے ! اب ہم اور آپ تصورات کے طویل و عریض سمندر کی مسافت طے کر کے اس پچی زمین کی عرش سے باتیں کرتی ہوئی بلندی کا مشاہدہ ذرا مدینہ کی سرکار میں کریں ۔ سبز گنبد کے نیچے موجود جالیوں کو آنکھوں سے لگائیں ، سفید اور پیالی رنگوں کے موتیوں کے ہار گوندھیں ، درود و سلام کی ڈالی پیش کریں ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی ... مُحَمَّدٍ ...

... وَسَلِّمْ

بقیہ جزیرے صفحہ (۱۳) سے آگے

> گرمی کی دوپہر میں اک نازنیں حسینہ
>
> اُف جس کے سر سے پاؤں تک آ گیا ہو پسینہ
>
> ہیں دونوں پاؤں لرزاں سر پہ بوجھ بھاری
>
> ہندوستاں میں یا رب یہ ہے کیسا قرینہ

اس کے علاوہ اس مجموعہ میں رباعیات بھی شامل ہیں اور تین نظمیں ہیں ایک نظم میں عوام کے خاص خاص افراد پر طنز کیا گیا ہے ۔ دوسری نظم میں فن کار کی پریشان حالی زمانے کی ناقدری کی عکاسی کرتا ہے ۔ تیسری نظم ... اس میں ... کا سماں لئے ہوئے ... میں رقص کرتی ہے ۔

مجموعی اعتبار سے " جزیرے " ایک بہترین مجموعہ ہے جس سے ہر مکتبۂ فکر کا انسان اپنے ذوق کو تسکین دے سکتا ہے ۔

اگر آپ اس مجموعہ کو خرید کر اپنے ذوق ادب کی پیاس بجھانا چاہتے ہیں ، مندرجہ ذیل پتہ پر منگا سکتے ہیں ۔

پتہ ۔ مکتبۂ پاسبان ، الٰہ آباد (۳)

ناگپور

۲۲ رمضان المبارک مطابق ... ۱۴۰۲ھ جامعہ عربیہ میں حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا عرس منایا گیا جس میں حضرت مولانا مفتی عبد الرشید خاں صاحب منظر کے علاوہ مولانا عبد الرشید صاحب کارنجوی مولانا غلام محمد خاں صاحب ناگپوری مولانا محمد حسن خاں صاحب اور مولانا نجیب اشرف صاحب فتحی نے حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات زندگی پر روشنی ڈالی نیز جامعہ کے طلباء نے ترانہ قصیدہ پیش کیا ۔

سید محمد ... قادری جامعہ عربیہ ناگپور

مولانا محمد صابر صاحب نسیم بستوی

مُجاہدِ اسلام محمدؐ ابن قاسم علیہ الرحمہ

محمد بن قاسم میدان کارزار کے وہ صاحب عزم کار اہل دماغ ناز سپاہی ہیں جن کے کارناموں کو دیکھ کر مسلم و غیر مسلم دونوں ہی حیران رہ گئے۔ سترہ ۱۷ سال کی مختصر عمر کے باوجود آپ نے اباطل کے مقابلہ میں ہوش و دانائی کے وہ نمایاں جوہر دکھائے جو تاریخ اسلام کے زریں صفحات پر آج بھی چمک رہے ہیں ـــــ اگر ان کے بزدل دشمنوں نے ان کے قتل کی سازش نہ کی ہوتی تو اس وقت فرزندان اسلام کی شان و شوکت کچھ اور ہی ہوتی ـــ فتح سندھ کے سلسلہ میں اس مرد مجاہد نے جیسی جان توڑ جد و جہد کی ہے اس کی چند جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

.... (ن۔ب)

مقامی بن کے آیا نہ راہی بن کے آیا ہے
یہ دنیا رزمگاہ ہے تو سپاہی بن کے آیا ہے

محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کے حکم سے پانچہزار فوج کا سپہ سالار بنا کر اپنے قیدیوں کو راجہ داہر کے پنجے سے رہائی دلانے کے لئے اور داہر کی قرار واقعی گوشمالی کرنے کی مہم سر کرنے کی غرض سے بھیجا گیا جس میں اس مرد مجاہد نے اپنے فرائض منصبی کو اس خوبصورتی و خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ دیکھنے والے عش عش کرنے لگے۔ مسلمان مشرکین کے ظلم و ستم سے بیحد تنگ آچکے تھے۔ ان ستمگروں نے ایرانیوں سے ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگی محاذ قائم کیا تھا جس سے مسلمانوں کے صبر و استقلال کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک اٹھا۔

حجاج بن یوسف نے اس مقصد کے لئے لشکر روانہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن اپنی قوم کے افراد کو پُرامن زندگی سے ہمکنار کر دینے کے پاک جذبے کے تحت جب سترہ سالہ محمد ابن قاسم نے راجہ داہر کے مقابلہ میں فوج کشی کی تو اس مغرور و ظالم راجہ کے دانت کھٹے کر دیئے اور اس مرد مجاہد نے نہ صرف یہ کہ زبردست فتح حاصل کی بلکہ ملک و سلطنت کی از سر نو ایسی تنظیم کی کہ ہندو رعایا اس کو دیوتا سمجھ کر پرستش کرنے لگی اور اس کو اپنا عظیم محسن تصور کرنے لگی جس نے اس کو زندگی کی نئی راہوں سے روشناس کرایا۔

مئی ۷۱۱ء میں محمد ابن قاسم دیبل کی مشہور و معروف بندرگاہ جا پہنچا جہاں ایک بہت بڑا مندر تھا اور بہت سے پجاری وہاں پوجا کیا کرتے تھے۔ اس مقدس مقام کے متعلق ان کا خیال تھا کہ کوئی حملہ آور قبضہ نہیں کر سکتا۔

آپ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور ایک منجنیق سے مندر کے جھنڈے کو نیچے گرا دیا۔ یہ دیکھ کر مقابل کی فوج کی ہمت و جرأت پست پڑ گئی اور امیدیں خاک میں ملتی نظر آنے لگیں۔ پھر بھی وہ سب دیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مگر آپ نے بھی ایسا زبردست جوابی حملہ کیا کہ ان کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی اور سب کو اپنی ذلت ناک موت یقینی دکھائی دی۔ اس طرح ایک ناقابل تسخیر مقام فتح ہو گیا۔ محمد ابن قاسم نے اسلام کے دشمنوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھدیں اور ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا کہ ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

مسلمان قیدیوں کو رہائی نصیب ہوئی جس نے آپ کو اس اقدام پر مجبور کیا تھا اور اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آپ نے اتنے بڑے کام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ اس فتح سے وہاں کے حاکموں پر اسقدر خوف و ہراس طاری ہو گیا کہ انھوں نے بغیر جنگ کئے ہوئے آپ کی اطاعت قبول کر لی۔ مگر راجہ داہر کا مغرور و متکبر سر ابھی اونچا ہی تھا وہ ابھی تک مسلمانوں پر جور و تعدی کے پہاڑ توڑنے کا سہرا خواب دیکھ رہا تھا۔ اس نے سپہ سالار محمد بن قاسم کو دھمکی دی کہ ہمارے پاس کثیر تعداد میں فوج، گھوڑے، ہاتھی اور دیگر سامان حرب اس فراوانی کے ساتھ ہے کہ اگر بڑھنے کی کوشش کی تو یاد رکھو منھ کی کھا کر واپس ہو گے۔

آپ نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ واقعۃً آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور قوم مسلم کے لئے ایک درسِ عبرت ہے۔

"تمھیں اپنے جنگی سامان کے استحکام و کثرت پر فخر ہوگا
اور ہمیں صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی رحمت پر
فخر ہے"

طبلِ جنگ بج گیا دونوں طرف کی فوجیں تیار ہوگئیں۔ ادھر راجہ داہر مشرقی کنارے پر اپنی فوج جمع کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اس کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ محمد بن قاسم دریائے سندھ کو عبور کریں گے۔ مگر آپ نے بروقت کشتیوں کا پل بنانے میں کامیابی حاصل کرلی اور نہایت آسانی کے ساتھ دریا کو پار کرلیا۔ کیوں نہ ہوتا تائیدِ الٰہی ان کے ساتھ تھی اور "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" کے صحیح مصداق تھے اور ؎

یہ مسلماں رگِ باطل کے لئے نشتر تھا
اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ تھا اسے قوتِ ایمان پر تھا
ہے تمھیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

مسلمانوں کے جرّار و باعزم لشکر نے داہر کی فوج پر وہ آتشیں تیر برسائے کہ تمام فوج اور پہاڑ جیسے ہاتھیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ داہر کا ہاتھی تیر کھا کر بے قابو ہوگیا تو وہ پیدل لڑنے لگا۔ مگر ایک مردِ مجاہد نے اس کا مغرور سر قلم کردیا۔ اب کیا تھا مقابل فوج میں تشتت و انتشار پیدا ہوگیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

برہمن آباد اور الور کا علاقہ قبضہ میں کر لینے کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان کی طرف رخ کیا جس پر داہر کا چچیرا بھائی حکمرانی کرتا تھا۔

ملتان کا دو ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ بالآخر وہاں کا حاکم تنگ آکر بھاگ کھڑا ہوا۔

آپ نے سندھ میں تین برس تک بے مثال و قابلِ تقلید حکومت کی جس میں آپ نے نہایت فراخ دلی اور دانش مندی کا ثبوت دیا۔ غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنانے کی بجائے ان کے مذہبی حقوق کو برقرار رکھا کسی مندر یا عبادت گاہ کو مسمار نہ کیا بلکہ مندروں کی ملحقہ جائدادوں کو بھی بدستور سابق جاری رکھا۔ زراعت کی ترقی کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی۔ جزیہ متعین کیا۔ اگر کوئی اس کی ادائیگی سے مجبور ہو جاتا تو اس کے ساتھ رعایت برتی جاتی۔ آپ کے زیرِ سایہ لوگوں کو ہر قسم کی آسانیاں اور سہولتیں حاصل تھیں۔ ظالم و جابر اور جور و تعدی کرنے والے انسان کا استیصال کردیا اور ہر طرف امن و امان کی بہاریں نظر آنے لگیں جس کا اعتراف صرف اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا ہے اور ہندو رعایا نے تو اس کو اپنا ایک مقدس دیوتا سمجھ لیا تھا۔

اس کے بعد دنیا نے ایک ایسی الم ناک کروٹ لی جس کو یاد کرکے قوم مسلم آج بھی غم و اندوہ کے بے پناہ سمندر میں ڈوب جاتی ہے۔ یعنی جولائی ۷۱۴ء میں حجاج بن یوسف کا شیرازۂ زندگی منتشر ہوگیا اور جب خلیفہ ولید بن عبدالملک برسرِ اقتدار ہوا تو اس نے غالباً اس خیال سے کہ کہیں محمد بن قاسم کی مقبولیت و جواں مردی اس کو تختِ خلافت سے اترنے پر مجبور نہ کردے۔ آپ کو مزید فتوحات سے بالکل روک دیا اور واپس بلا لیا۔ پھر چند ناعاقبت اندیشوں کی باتوں میں آکر اس نوجوان شیر دل مجاہدِ اسلام کو نہایت بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اپنی سمجھ سے راہ کا کانٹا ہٹا دیا لیکن خود اسے زندگی کی آخری گھڑیوں تک چین و سکون کی دولت میسر نہ آسکی۔

محمد بن قاسم کے زریں کارنامے تاریخِ اسلام کے صفحات پر قیامت تک نمایاں و درخشندہ رہیں گے اور قوم مسلم ان سے ہمیشہ سبق حاصل کرتی رہے گی ؎

رحمتِ حق ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اعلان

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دیں نیز جوابی امور کے لئے "کارڈ" کا آنا بہت ضروری ہے ورنہ تعمیلِ حکم سے معذوری ہے۔ — مینجر

کشتیٔ علم و ادب کا ناخدا خاموش ہے

(جناب شریف الٰہ آبادی)

شاخِ گل پر عندلیبانِ چمن خاموش ہیں　　لالہ و گل آج کس کے غم میں ماتم کوش ہیں
اہلِ دل اہلِ نظر طوفاں سے ہم آغوش ہیں　　اشکِ غم سے سیکڑوں دریائے غم پُرجوش ہیں

غم زدہ اہلِ چمن ہیں اور شبنم اشک بار
ماتمی پوشاک میں ملبوس ہے فصلِ بہار

کیوں طبیعت اب سنبھالے سے سنبھلتی ہی نہیں　　چہرۂ افسردہ کی رنگت بدلتی ہی نہیں
کیوں طبیعت اب کسی سانچے میں ڈھلتی ہی نہیں　　محفلِ شعر و سخن کی شمع جلتی ہی نہیں

گلشنِ ہستی میں دل میرا بہت ناشاد ہے
نکہتِ گل کی طرح سے آج کل برباد ہے

دیکھ کر یہ منظرِ غم سوئے میخانہ چلا　　پوچھا ساقی سے یہ جا کر ہے یہ کیسا ماجرا
سانس ٹھنڈی بھر کے بولا ساقیٔ رنگیں ادا　　کیا نہیں معلوم تجھ کو واقعہ یہ حشر زا

تھا محمد نوح جس کا نام وہ عالی دماغ
ماہرِ فن جانشینِ حضرتِ اُستاذ داغ

جس کے علم و فن کا مسکن تھا جہانِ شاعری　　جس کے دم سے رشکِ گلشن تھا جہانِ شاعری
جس کے ضَو سے جلوہ افگن تھا جہانِ شاعری　　جس کی شمعِ فن سے روشن تھا جہانِ شاعری

چھپ گیا غم کی گھٹا میں آہ وہ ماہِ ادب
اُٹھ گیا اس دارِ فانی سے شہنشاہِ ادب

مثلِ غنچہ چپ رہیں مانندِ سوسن چپ رہیں　　ہے تقاضہ وقت یہ اہلِ گلشن چپ رہیں
نکتہ داں مثلِ چراغِ بزم روشن چپ رہیں　　منہ نہ کھلوائیں شریف اب ماہرِ فن چپ رہیں

شاعرِ کامل کہاں، ایسا کہاں اہلِ زباں
نوح کا ثانی نہیں ہے کوئی زیرِ آسماں

مولانا سید عبدالحق صاحب قادری مفتی کاٹھیاوار

باب الاولیاء

تذکرہ روح افزا

(۱) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز محبان و پرستاران اصنام سے فرمائے گا کہ اگر تمھیں ان بتوں کی سچی محبت ہے تو ان کے ساتھ جہنم میں جاؤ۔ وہ صاف انکار کر دینگے اور جہنم میں نہ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے عشاق و احباء سے فرمائے گا کہ اگر تم میرے دوست ہو تو جہنم میں چلے جاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی اولیاء اللہ دوزخ میں کود پڑیں گے۔ اولیاء اللہ کے اس تعمیل ارشاد پر منادی ندا کریگا کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سب سے سخت ہیں)۔

(۲) حضرت حبیب عجمی قدس سرہٗ بڑے رحمدل تھے۔ جب قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت تلاوت کرتے جس میں مذکور ہوتا کہ اللہ تعالیٰ فلاں قوم سے ناراض ہے، تو بہت روتے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے کہ خداوندا! تونے میرے دل میں رحم پیدا فرمایا ہے، اس لئے میں بربنائے رحم تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان دو باتوں میں سے ایک بات منظور فرما۔ یا تو اس قوم کے لوگوں کو معاف فرمادے یا ان کے عوض مجھے سزا دے۔

(۳) حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ سنتے کہ فلاں قوم پر ظلم ہو رہا ہے، خواہ وہ قوم دنیا کے کسی حصے میں ہوتی تو آپ اس کے غم میں اس طرح بیمار ہو جاتے کہ لوگ آپ کی عیادت کو آنے لگتے، لیکن جب آپ کو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی مصیبت دور فرمادی تو آپ تندرست ہو جاتے۔

(۴) حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ ایک باخدا بزرگ تھے احمد آباد میں آسودہ ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ نسوانی وضع میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ بہت سخت قحط پڑا۔ بادشاہ، قاضی اور ارکان سلطنت جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ پانی کے لئے دعا کیجئے آپ نے فرمایا میں کس قابل ہوں۔ لوگوں نے اصرار کیا۔ آپ نے لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر ایک ہاتھ سے پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی طرف لے جا کر آسمان کی طرف رخ کر کے کہا۔ مینھ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے۔ یہ کہنا تھا کہ کالی کالی گھٹائیں اٹھیں اور اس قدر بارش ہوئی کہ سب جل تھل ہو گیا۔

(۵) انھیں حضرت موسیٰ سہاگ کا ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ قاضی شہر نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت موسیٰ سہاگ سے ملاقات ہوگئی۔ قاضی صاحب نے کہا۔ نسوانی وضع مردوں کو حرام ہے، اس کو دور کر کے مردانہ لباس پہنئے اور جمعہ کی نماز پڑھنے چلئے۔ حضرت موسیٰ سہاگ نے کچھ چون وچرا نہیں کیا، چوڑیاں اور زیورات اتار دیئے اور مردانہ لباس پہن کر قاضی صاحب کے ساتھ ہولئے۔ لیکن تحریمہ کے وقت امام نے "اللہ اکبر" کہا تو آپ کی طبیعت بگڑ گئی۔ فرمایا۔ میرا شوہر حی لایموت حیات و باقی ہے اور مجھے بیوہ بنائے دیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہی زیورات تھے اور وہی لباس۔

(۶) حضرت سیدی ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخنا شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ہمعصر تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوالحسن نوری پر وجد طاری ہوا۔ جو تین روز تک طاری رہا۔ حضرت جنید سے ان کے وجد کی کیفیت عرض کی۔ حضرت جنید نے دریافت فرمایا کہ ان کی نماز کا کیا حال ہے؟ عرض کیا۔ نماز کے وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو پھر وہی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ ان کا وجد سچا ہے۔

(۷) حضرت اسود بن زید رضی اللہ عنہ اس کثرت سے نمازیں پڑھتے کہ کھڑے ہونے کی تاب باقی نہ رہتی اور آپ زمین پر گر جاتے۔ ایک دفعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس تشریف لے گئے۔

اور فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے اس قدر جفاکشی کا حکم نہیں دیا ہے آپ نے جواب دیا کہ میں مملوک غلام ہوں جتنی خدمت ممکن ہوتی ہے کرتا ہوں اور اس کو کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔

(۸) انھیں حضرت اسود بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکر ہے کہ گرمیوں کے ایام بکثرت روزہ رکھتے تھے۔ روزوں کی کثرت اور تپش کی شدت سے کبھی آپ کا رنگ سبز ہو جاتا اور کبھی زرد۔ ایک مرتبہ حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ آپ اسقدر تعذیب نفس کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نفس کی بزرگی کی غرض سے ایسا کرتا ہوں (یعنی چاہتا ہوں کہ میرا نفس ریاضت و مجاہدہ کی بدولت فنا فی اللہ ہو کر کرم ہو جائے۔)

(۹) ایک بزرگ کا حال لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ جب کثرت ریاضت سے وہ کھڑے ہونے کے قابل نہ رہے تو بیٹھ کر نفلیں پڑھنے لگے۔ عصر کی نماز کے بعد چونکہ نفل نماز مکروہ ہے اس لئے دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے بیٹھ جاتے اور ان کو رومال سے یا ہاتھ سے باندھ کر کہتے کہ خداوندا! مجھے تیری مخلوق پر حیرت ہوتی ہے۔ لوگ کس طرح تجھے چھوڑ کر دوسرے کے پاس جاتے ہیں اور کس طرح تیرے سوا دوسروں سے مانوس ہوتے ہیں اور تیری یاد کے سوا دوسروں کی یاد کو اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہیں۔

(۱۰) حضرت داؤد طائی قدس سرہٗ کو اس قدر پاس انفاس تھا کہ ستو یا چور کی ہوئی روٹی پانی میں گھول کر پی لیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ ہمیشہ ستو یا روٹی کا چورا ہی کیوں پیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ چور کی ہوئی روٹی کو پانی میں گھول کر پی لینے اور روٹی کے چبا کر کھانے میں پچاس آیتوں کی تلاوت کا فرق پڑ جاتا ہے۔ یعنی چور روٹی کو پانی میں گھول کر پینے کے بجائے جب تک چبا کر روٹی کھائی جائے، اس وقت تک پچاس آیتیں تلاوت کی جا سکتی ہیں۔ اللہ اکبر ان خاصان باری تعالےٰ کو اس نعمت خداوندی یعنی انفاس کی کتنی قدر ہوتی ہے۔

(۱۱) حضرت صفوان بن مسلم بہت بڑے مجاہد اور نفس کش تھے۔ جاڑے کے دنوں میں مکان کی چھت کے اوپر رہ کر شب بیداری کرتے اور گرمیوں کے دنوں میں مکان کی چھت کے نیچے۔ تاکہ نفس آرام پا کر اطاعت و عبادت میں کاہلی نہ کرے۔

(۱۲) حضرت ابوبکر بن عباس قدس سرہٗ بھی بڑی ریاضت و نفس کشی کرتے تھے۔ آپ نے چالیس برس تک زمین سے پہلو نہیں لگایا جس سے آپ کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا۔ حادثہ کے بعد آپ بیس برس تک حیات رہے لیکن آپ کے گھر والوں کو آپ کی آنکھ کا حال معلوم نہ ہوا۔

(۱۳) حضرت ثابت بن بنانی رحمۃ اللہ علیہ کو نماز سے بڑا ذوق تھا۔ آپ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ خداوندا! اگر تو نے کسی کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ وہ قبر میں تیرے لئے نماز پڑھے تو وہ اجازت مجھے ہو کہ میں اپنی قبر میں نماز پڑھوں۔

(۱۴) حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ آپ کے پاس گئے۔ اس وقت آپ عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے۔ وہ بزرگ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رات کو کون کونسی عبادت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم اپنی بدن کو لپیٹ کر لیٹ رہے اور رات بھر اسی طرح لیٹے رہے۔ جب موذن نے فجر کی نماز کی اذان دی تو آپ اٹھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھنے لگے۔ ان بزرگ کو خیال ہوا کہ آپ رات بھر تو سوتے رہے اور صبح کو بغیر وضو کئے نماز پڑھنے لگے۔ چنانچہ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے عرض کیا کہ آپ تمام رات سوتے رہے اور بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا کہ میں رات بھر سوتا نہیں رہا بلکہ سیر کرتا رہا۔ چنانچہ کبھی جنت کی کیاریوں میں پھرا اور کبھی دوزخ کی وادیوں میں گیا۔ بھلا اس حال میں نیند آتی ہے۔

(۱۵) ایک دفعہ ایک بزرگ حضرت فتح موصلی قدس سرہٗ کی خدمت میں گئے۔ دیکھا کہ آپ دعا کر رہے ہیں اور اس طرح زار و قطار رو رہے ہیں کہ انگلیوں کے اوپر سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ وہ بزرگ آپ کے پاس گئے تو دیکھا کہ خون آلود آنسو ہیں۔ انھوں نے

خدا کی قسم دیکر خون رونے کا سبب پوچھا حضرت فتح موصلی نے فرمایا کہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس پر روتا ہوں اور چونکہ کسی وقت رونا موقوف نہیں ہوتا اور اشکوں کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا اس سے آنسوؤں کے ساتھ خون آتا ہے۔

حضرت فتح موصلی نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد انہیں بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا بخشدیا۔ ان بزرگ نے پوچھا۔ آنسوؤں کا اجر ملا؟ جواب دیا' اللہ تعالےٰ نے دریافت فرمایا کہ تمھارے رونے کا کیا سبب تھا؟ میں نے عرض کیا۔ الٰہی! تیرے حقوق کی ادائیگی میں مجھ سے جو کوتاہی ہوئی تھی اسی کیلئے روتا تھا۔ ارشاد ہوا' خون کے آنسو کیوں آتے تھے؟ میں نے عرض کیا خداوندا! متواتر رونے اور مسلسل آنسو بہنے سے۔ ارشاد فرمایا فتح! اس گریہ وزاری سے تمھارا کیا مقصد تھا' میری عزت وجلال کی قسم چالیس سال سے تمھارے محافظ فرشتے اعمال نامہ پیش کر رہے ہیں اس میں تمھاری ایک بھی خطا نہیں تھی' پھر مجھے اپنا تقرب عطا فرمایا۔

(۱۶) حضرت منصور بن معتمر رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی بزرگ تھے۔ آپ پست آواز سے بولا کرتے تھے اور ہر وقت آنکھیں تر رہتی تھیں۔ آنکھوں کو ذرا سی بھی حرکت ہوتی تو آنسو ٹپک پڑتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑے مصیبت زدہ آدمی ہیں۔ ایک مرتبہ ان کی والدہ ماجدہ نے کہا۔ منصور! تمھاری کیا حالت ہے۔ تمام رات رو کر گزارتے ہو۔ ایک گھڑی بھی چپ نہیں رہتے۔ غالباً تم نے کسی کا ناحق خون کیا ہے۔ حضرت منصور نے جواب دیا۔ والدہ محترمہ! جو جو کام میں نے کئے ہیں ان کو میں ہی جانتا ہوں۔

(۱۷) حضرت زمعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک شب بیدار بزرگ تھے۔ وادی محصب میں چند روز تک حضرت قاسم بن راشد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا ساتھ رہا۔ حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ ان کے اہل وعیال بھی ساتھ تھے' ان کی عادت تھی کہ تمام رات نماز پڑھتے رہتے تھے۔ صبح کا وقت قریب ہوتا تو بلند آواز سے پکارتے کہ سونے والو کیا تمام رات سوتے ہی رہو گے اٹھتے اور کوچ کا سامان نہیں کرتے۔ یہ صدا سنکر ان کے اہل وعیال چونک پڑتے اور کوئی دعا میں' کوئی تلاوت میں' کوئی غسل وضو میں اور کوئی گریہ وزاری میں مشغول ہو جاتا۔

قارئین پاسبان سے ضروری گزارش

ہمیں اپنی چند ماہ کی کوتاہیوں کا پورے طور پر احساس ہے کہ پاسبان کی اشاعت کا تسلسل باقی نہ رہ سکا جس کے باعث آپ کے ذوق مطالعہ کو ٹھیس پہنچی۔ ایڈیٹر پاسبان اپنے طویل پروگرام پر رہے بمبئی' برہان پور' بھڑوچ' راج پیپلا' کھنڈوہ' مالیگاؤں' شولاپور' جبل پور' کان پور' دھنباد' گیا' کٹیہار' بانسی' کشن گنج' ملاپور' جبل پوکھر' اسلام پور' ملکا ڈانگہ' نانندہ' مرجانی ٹولہ' کاگی ہاٹ وغیرہ کے اجلاس میں شریک رہے۔ پھر اس کے بعد اجمیر مقدس کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور مولانا انوار احمد نظامی پاسبان آفس اور اس کی ملحق عمارت کی تعمیر میں کچھ اس طرح مصروف ہو گئے کہ آفس کا کام معرض تعطل میں آ گیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ پاسبان اپنے وقت پر بک پوسٹ ہو جائے لیکن پریس ہمارا ساتھ نہ دے سکا۔

پریس کی غیر ذمہ داریوں سے ہمیں حد تک پریشان کیا ہے اگر اس کی تفصیل میں جاؤں تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو جائیں گے اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم خود اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیں اور خدا قدیر کی بارگاہ میں عرض کریں کہ آئندہ آپ کو موقع شکایت نہ ہو۔

عبدالرشید نظامی

اسسٹنٹ منیجر

ناگپور ۔ جامعہ عربیہ ناگپور میں حضرت ملک العلماء مولانا ظفرالدین علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر موصول ہوتے ہی قرآن خوانی ہوئی اور ایصال ثواب کیا گیا۔

محمد عبدالرشید کارنجوی

صلح کے پردے میں جنگ کا نیا اکھاڑہ ـــــــ!

جماعت اسلامی نے قاری محمد طیب اور مفتی دار العلوم دیوبند کے چہرہ سے نقاب الٹ دیا

نوٹ: قارئین پاسبان اچھی طرح جانتے ہیں کہ ارکان جماعت اسلامی، مولانا حسین احمد ٹانڈوی میں مدتوں ایک ایسی جنگ کھیل چکی ہے جو علمی سطح سے گر کر عامیانہ اور سوقیانہ رنگ اختیار کر چکی تھی۔ اب حالات سے یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ دونوں فریق لڑ جھگڑ کر دل کی بھڑاس نکال چکے ہیں لیکن روزنامہ دعوت دہلی کے درج ذیل مضمون نے واضح کر دیا کہ دبی ہوئی چنگاریاں بھر بھڑکنے والی ہیں۔

دعوت دہلی نے قاری طیب صاحب کی ایک عبارت پر مفتی دار العلوم دیوبند کا فتویٰ شائع کر کے مفتی مذکور کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائی ہیں مگر شاید وہ خود اپنی ذمہ داری بھول بیٹھے ہیں بس مجھے صرف اتنی سی بات کہنی ہے کہ فتویٰ شائع کئے بغیر بھی باہمی خط و کتابت سے ارکان جماعت اسلامی ذہن و فکر کو ہموار کر سکتے تھے لیکن یہ عجیب حیرت کی بات ہے۔ ایک طرف تو مفتی دیوبند کا فتویٰ شائع کر کے قاری طیب صاحب کی بے آبروئی کا سامان پیدا کیا جاتا ہے۔ قاری طیب صاحب کو برسر بازار ننگا کھڑا کر کے مفتی دیوبند کو فتاویٰ کی ذمہ داریاں سمجھانا کیا اس سے دونوں کے لغض و عناد اور باہمی شکر رنجی کا پتہ نہیں چلتا؟ جماعت اسلامی نے قاری طیب صاحب اور مفتی دیوبند کو بے نقاب نہیں کیا بلکہ اس نے خود اپنے کو بھی بے نقاب کر دیا ہے۔

آج کی تقریب میں مجھے اس سلسلہ میں نہ کوئی دینی ہے اور نہ فیصلہ کرنا ہے، معاملہ عوام کی عدالت میں پیش ہے۔ اس عبارت پر اگلے شمارہ میں میرا تبصرہ ملاحظہ فرمائے گا۔

ـــــــ انوار احمد نظامی

مستفتی اور مفتی

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین "فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا" کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:۔

اقتباس نمبر ۱: "یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم علیہا السلام کے سامنے جس شبیہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماری وہ شبیہ محمدی تھی۔

اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جبکہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔"

اقتباس نمبر ۲: "پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو۔"

اقتباس نمبر ۳: "حضور تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے، جس سے ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ۔"

اقتباس نمبر ۴: "بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت اور مقامات خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کی بارگاہ محمدی سے خلقاً و خُلقاً رتبتاً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ و بیٹوں میں ہونی چاہئے۔"

براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت و عدم صحت کو ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا "شرعی دعویٰ" کرنے والا اہل سنت والجماعت کے نزدیک کیسا ہے؟

المستفتی

الجواب

جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں اس کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کرتا ہے بلکہ درپردہ قرآنی آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کرتا ہے۔ جو مفسرین نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے وہ شبیہ محمدی نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون" "کلمۃ القاھا الی مریم و روح منہ" "فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا (الی قولہ تعالیٰ) فقال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا" "قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ آیۃ للناس الی آخر الآیات" "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے قائل تھے اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوشخبری سنانے آیا تھا۔ شخص مذکور محض بے دین ہے، عیسائیت وقادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید کلی طور سے لا تعداد قرآن عزیز نے کی ہے، نیز "لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ بن مریم الحدیث" بانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن و احادیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں، مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہئے بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہئے جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند

اب سنئے کہ عبارت کس کتاب کی تھی اور کس عالم کے قلم سے یہ باتیں نکلی ہیں۔

"اسلام اور مغربی تہذیب" کے عنوان سے قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی ایک نئی کتاب چھپی ہے اسی سے یہ اقتباسات لئے گئے ہیں اور انہی اقتباسات پر دار العلوم کے مفتی صاحب نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کیا جانا چاہئے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

شکایت ہے ہمیں

اس فتویٰ کے سلسلے میں ہمیں پہلی شکایت تو مستفتی سے ہے [...]
جب ہمارے مفتیان کرام کی کمزوری کا علم ہے کہ وہ حوالوں سے بے نیاز ہو کر [...]
دینا جانتے ہیں تو انھیں اس کمزوری کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے کیونکہ بہرحال [...]
اس کا اثر اور نقصان اس منصب کو پہنچتا ہے جس پر اصحاب فتویٰ فائز ہیں [...]
دوسری شکایت مولانا طیب صاحب سے ہے کہ اس طرح کے تفلسف اور [...]
آفرینی سے دین کی کوئی خدمت نہیں ہوتی بلکہ کچھ صدمہ ہی پہنچتا ہے۔

مگر اصل شکایت حضرت مفتی سے ہے، ہندوستان کی پچھلی [...]
پچاس سال کی تاریخ فتاویٰ میں بار بار ایسی باتیں سامنے آتی رہی ہیں کہ [...]
کچھ عبارتیں اور اقتباسات بھیجکر اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے اور اپنے [...]
کو نشانہ بنایا کرتے ہیں۔ ان پچاس سال میں امت کے اندر جو بھی انتشار [...]
پیدا ہوا ہے ان میں کم و بیش ۹۰ فیصدی واقعات میں فتوے [...]
ہیں، ان فتووں سے فائدے شاید برائے نام ہی پہنچاتے ہیں۔ البتہ [...]
امت کے انتشار اور دین کی بے وقری کو ان باتوں سے بڑا سہارا ملا [...]

یہ بات شاید ہمارے منصب سے بلند ہے کہ ہم اصحاب فتویٰ کو [...]
ان کی ذمہ داری یاد دلائیں، البتہ علمائے کرام سے ضرور عرض کرنا چاہتے [...]
ہیں کہ وہ خواہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں، ان پچھلے تجربات [...]
پیش نظر فتویٰ دینے کے سلسلے میں کچھ ایسے اصول مرتب کریں جن سے [...]
کے اتحاد کو ان دینی راستوں سے نقصان پہنچنے کا امکان باقی نہ رہے۔

(روزنامہ "دعوت" سہ روزہ ایڈیشن مورخہ ۲۲ دسمبر ۶۲ء جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۴۲ صفحہ اول بعنوان خبر و نظر)

بھاگلپور

یہ خبر سنکر آپ حضرات کو مسرت ہوگی کہ آپ کا ۳۲ سالہ دینی ادارہ [...]
خیر المدارس عمر پور بھاگلپور ۲۰ اکتوبر ۶۱ء کے بھیانک سیلاب سے مدرسہ اور مسجد کی [...]
عمارتیں زمین بوس ہو گئی تھیں بظاہر از سر نو تعمیر کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی [...]
بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی پرخلوص توجہ اور ہمدردی سے مدرسہ کی پختہ عمارت چار کمروں [...]
مع سائبان کے تیار ہو گئی ہے اب زمین بنانا اور کواڑ اور کھڑکی لگانا اور [...]
کرنا باقی ہے انشاء اللہ آپ کی آخری توجہ سے مدرسہ کا بقیہ کام بھی پورا ہو [...]
اور مسجد بھی بن جائیگی

(مولانا) منور حسین مہتمم مدرسہ خیر المدارس [...]

راز الہ آبادی

نقد و نظر

"جزیرے"

مصنف عارف القادری شمسی آنولوی

پبلشر ادارہ منزل ادب ۲۳ آگو ٹولا اسٹریٹ، کلکتہ

آج مدیر پاسبان' الہ آباد انوار احمد صاحب نظامی نے ایک خوبصورت کتاب ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اس مجموعہ پر تبصرہ چاہتا ہوں، چنانچہ میں نے بہ چشم شوق اس کتاب کا مطالعہ کیا۔

"جزیرے" عارف القادری کے قطعات و رباعیات کا مجموعہ ہے۔ عارف صاحب نے کہیں کہیں بڑے تیکھے انداز میں اپنے جذبات کا اظہار بصورت قطعات و رباعیات کیا ہے۔ عام طور سے غزل و نظم کے مجموعے زیادہ تر منظر عام پر آتے ہیں مگر عارف صاحب نے اس صبر آزما دور میں صرف قطعات و رباعیات کا مجموعہ شائع کر کے اپنی بلند ہمتی و انفرادیت کا ثبوت دیا ہے۔

یہ انفرادیت نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ نے کسی شاعر یا کسی ادیب یا کسی ایڈیٹر کی رائے لئے بغیر اپنے مجموعہ کو آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔

عارف صاحب کے کلام کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نے کہیں سالک بن کر اور کہیں مجذوب بن کر اپنے خیالات کو لفظوں کا لباس پہنایا ہے مگر میرے نزدیک ان کے دونوں انداز بہتر ہیں اور خوب ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ فن کی پابندی کے ساتھ ساتھ انھوں نے اکثر قافیہ صوتی اعتبار سے نظم کیا ہے جس سے حسن کلام ختم ہو گیا مثلاً

غم و آلام نے گھیرا ہو گا — خاموش ہے ساقی تو مرا جام تہی ہے
موج طوفاں میں سفینہ ہو گا — اس تیرے تغافل پہ مری جان بنی ہے
لیکن اے جبر مشیت پھر بھی — وہ دیکھ چھلکتی ہے صراحی بے مے ناب
لب عارف پہ نہ شکوہ ہو گا — بجو دنہ کچھ مجھکو مجھے ہوش ابھی ہے

مگر انھوں نے ایسے قطعات بھی کہے ہیں جن سے اُن کی فنکارانہ صلاحیتیں ٹپکی پڑتی ہیں، جب ان کی نگاہ تجسس ادراک کی سرحدوں کو چھو لیتی ہے اور کائنات کے ذرے ذرے میں ذات خداوندی کا نور اپنی کرنیں بکھیرتا نظر آتا ہے تو وہ ذات خدا کے منکرین کو عقلی دلائل کا چیلنج کرتے ہوئے اس طرح گویا ہوتے ہیں۔

خورشید کی یہ شعاع زریں کیا ہے — مہتاب کا یہ جلوہ سمیں کیا ہے
اللہ کی قدرت سے انکار جنھیں — وہ یہ تو کہیں جہان رنگیں کیا ہے

اور جب ان کی نگاہ عارفانہ جمال الہٰی کی تاب نہ لا کیوں سے ہٹتی ہے تو ہر طرف جلوۂ رسالت پر پڑتی ہے۔ اقتدار رسالت و نبوت کا ایک ہلکا سا عکس ان کے اس رباعی سے آشکار ہے۔

ایک پیکر انوار ہیں میرے آقا — کونین کے سردار ہیں میرے آقا
ایماں ہے مرا جس کو وہ چاہیں بخشیں — ہر چیز کے مختار ہیں میرے آقا

اس کے بعد انھوں نے اہلبیت و اولیائے کرام سے اپنی عقیدت کا اظہار کئی مقام پر کیا ہے۔ طوالت مضمون کے ڈر سے ان کو پیش نہیں کر رہا ہوں۔

عارف صاحب ایک مقام پر حسن کو پشیماں کر کے خود ہی ہاتھ مل رہے ہیں ع "ہائے اس زہر پشیماں کا پشیماں ہونا" کا رنگ اپنے اس قطعہ میں دکھاتے ہیں۔

عرض غم کر کے میں پشیماں ہوں — جانے انجام کار کیا ہو گا
اب وہ ہیں مضمحل مری خاطر — میرے پروردگار کیا ہو گا

معلوم ہوتا ہے کہ عارف صاحب نے محبت کا گہرا مطالعہ کیا اور جب محبت کی اہمیت پر ان کی نظر جاتی ہے تو اس طرح کہتے ہیں ؎

محبت ماورائے اوج و پستی — محبت ہے جہان کیف و مستی
محبت کے پرستاروں سے کہدو — محبت نہیں فرقہ پرستی

ان کی نظر جب زمانے کی پریشان حالی، غربت و افلاس پر پڑتی ہے تو ان کی شاعرانہ طبیعت اور شاعرانہ فطرت چیخ اٹھتی ہے مگر انھوں نے اس کیفیت کو بھی خوش اسلوبی سے نظم کرتے ہوئے ماحول پر کتنا گہرا طنز کیا ہے

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

رضا لائبریری

۲۵ صفر ۱۳۸۲ھ پاسبان کے زیرِ اہتمام بیادگار

سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضا لائبریری کی بنیاد ڈال دی گئی!

حسب اعلان خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی نے ایصال ثواب کے بعد مختلف فنون کی ڈھائی سو کتابیں اور ایک ہزار روپیہ عنایت کیا۔

پوری ملت اسلامیہ سے گذارش ہے کہ وہ رضا لائبریری کے لئے اپنے حلقے کتابیں بھیجکر ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔

جو کتابیں رضا لائبریری کے لئے بھیجی جائیں اس پر بھیجنے والے حضرات اپنا نام و پتہ خوشخط تحریر فرمائیں تاکہ رجسٹر میں اس کتاب کے ساتھ ان کا نام و پتہ بھی درج کیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ دنوں کے بعد ملک کی ممتاز لائبریریوں میں شمار کیجائے گی۔

میری اس آواز کو اپنے تمام احباب تک پہنچایئے اور رضا لائبریری کی امداد و اعانت فرما کر داخل حسنات ہوں، آپ نہ ہوں گے مگر آپ کی ھدیہ کی ہوئی کتاب ہزاروں انسانوں کے نگاہ سے گذرتی رہے گی یہ بھی ایک قسم کا صدقہ جاریہ ہے!

ہم ان حضرات کے شکرگزار ہیں جنھوں نے ہماری آواز پر لبیک کہکر رضا لائبریری کے لئے کتابیں بھیجی ہیں، اگلے شمارہ میں ان کے نام کا اعلان کردیا جائے گا۔

آپ کا مخلص

انوار احمد نظامی دفتر پاسبان الہ آباد ۳